ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ
اگست ۱۹۹۸ء
۸

اسلام کی جامعیت اور علماء کی ذمہ داریاں

اسلام میں بیوی کا مرتبہ

امیر المؤمنین کے اسلامی افغانستان میں ایک ہفتہ

گوشۂ امیرِ شریعت

بیادِ
سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا سمیع اللہ قاسمی مرحوم

اخبار الاحرار

اسلام اور وطن کے غداروں سے جاگیریں چھین لو

جن لوگوں نے مغلیہ حکومت تباہ کرنے کے لئے انگریزوں کا ساتھ دیا۔ انگریز کی فرماں برداری میں بیٹیوں کا حق لوٹا، کالرابل منظور کیا۔ ایک بیٹے کو پوری جائداد کا وارث بنا کر خاندان کے حقوق وراثت تباہ کئے۔ مسلمانوں سے غداری کر کے مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت کا تحفظ کیا۔ ترکوں پر گولیاں چلائیں۔ اور اس کے عوض انگریزوں سے جاگیریں حاصل کیں۔ برطانوی حکومت سے سازش کر کے آدھا بنگال کٹوایا اور قیام پاکستان کے بعد باقی بنگال (مشرقی پاکستان) بھی کٹوا دیا۔ پاکستان میں رہ کر پاکستان سے غداری کی۔ جن کے اب تک ہندوستان، امریکہ اور برطانیہ سے رابطے ہیں۔ جن کے دل انہی کے لئے دھڑکتے ہیں۔ جن کی جاگیریں انگریز کا عطیہ اور مسلمانوں سے غداری کا صلہ ہیں۔ چھین لو ان سے زمینیں اور چھین لو ان کی جاگیریں۔

یہ جاگیردار کون ہیں.........؟ انگریز کے ٹوڈی، مسلمانوں کے غدار، جفادری، بے ایمان، چھپے چھپے انچ مونچھیں رکھنے والے، انسانوں کی شکل میں خنزیر، غریبوں کی بہو بیٹیوں کا گوشت بیچنے والے بدمعاش، شراب پینے اور پلانے والے، رسہ گیر، چوروں اور ڈاکوؤں کے امام، پولیس کے ٹاؤٹ، راشیوں کے مرشد، زانیوں کے لیڈر اور علاقہ کے بدمعاشوں کے سرغنہ۔ یہی ہیں وہ مجرم جنہوں نے ملک و قوم کو لوٹا ہے۔ ان کا تخت اقتدار الٹ دو، ان کی جاگیریں چھین لو۔ قوم کو نجات مل جائے گی۔

آج بھی غریب کاشتکار کی حالت بہت بری ہے۔ اس کو زمین ملنی چاہیے، اس کے بچوں کو روٹی ملنی چاہیے۔ عید کی خوشیاں اور کھانا ملنا چاہیے۔ اس کی بیوی، بیٹیوں کے سر پر کپڑا ہونا چاہیے۔ بوڑھے باپ کو لاٹھی کا سہارا ملنا چاہیے۔ اس کی جھونپڑی میں بھی چراغ جلنا چاہیے۔ یہ حق صرف وقت کے فرعونوں کا ہی نہیں غریبوں کا بھی ہے۔ انہی ظالموں نے شریف زادیاں رسوا کیں، علماء کو ذلیل کیا اور ہماری تہذیب کو برباد کیا۔ انہی کی بداعمالیوں کی سزا پوری قوم کو مل رہی ہے۔ ان قومی مجرموں کو سزا نہ ملی تو انقلاب آئے گا۔ اور ضرور آئے گا۔ قومی و سیاسی شعور بیدار ہو گا۔ لوگ ان کو ٹکٹکی سے باندھ کر ان کی پیٹھ پر درے لگائیں گے۔ ہم ان کی چیخیں سنیں گے۔ ترکی و عرب کے شہداء اور ۱۸۵۷ء میں ہندوستان کے شہداء کی روحیں یہ چیخیں سنیں گی تو انہیں سکون حاصل ہو گا۔ پیران پیر کے روضے سے ندا آئے گی۔ اور مارو ان مردودوں کو، ان کے آباؤاجداد نے میرے روضہ پر بھی گولیاں چلائی تھیں۔

فکر کریں وہ لوگ، جن کی جاگیریں ضبط ہوں گی اور جن کے محل گرائے جائیں گے۔ ہمارا کیا ہے؟ ہمارے پاس تو ایمان اور غیرت باقی ہے اور یہ تحفہ ہم نے جناب محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر نثار کرنے کے لئے رکھا ہے۔ جو آخرت میں ہماری نجات کی یقینی ضمانت ہے۔

جانشین امیر شریعت

مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری نور اللہ مرقدہ

"شہدائے ختم نبوت کانفرنس" لائبریری پارک چنیوٹ ۲۳ مارچ ۱۹۷۲ء۔

ربیع الثانی: ۱۴۱۹ھ
اگست: ۱۹۹۸ء
جلد ۹ ، شمارہ ۸
قیمت: ۱۵ روپے
Regd: M _No. 32

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

❖ زرِ تعاون سالانہ: اندرونِ ملک ۱۵۰ روپے، بیرونِ ملک ۱۰۰۰ روپے پاکستانی ❖

مجلس ادارت

❖ زیرِ سرپرستی: حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ
رئیس التحریر: سید عطاء المحسن بخاری
❖ مدیرِ مسئول: سید محمد کفیل بخاری

رفقاءِ فکر

ابنِ امیرِ شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

❖ پروفیسر خالد شبیر احمد ❖ سید خالد مسعود گیلانی
❖ مولانا محمد اسحٰق سلیمی ❖ مولانا محمد مغیرہ
❖ عبداللطیف خالد ❖ محمد عمر فاروق
❖ ابوسفیان تائب ❖ ساغر اقبالی

رابطہ: دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان: فون: 511961

تحریک تحفظِ ختمِ نبوت (شعبۂ تبلیغ) مجلس احرارِ اسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری، طابع: تشکیل احمد اختر، مطبع: تشکیلِ نو پرنٹرز، مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم ملتان

تشکیل

دل کی بات:	اداریہ	سید محمد کفیل بخاری	٣
روداد سفر:	امیر المؤمنین کے اسلامی افغانستان میں ایک ہفتہ	سید محمد کفیل بخاری	٧
شاعری:	نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم	مولانا حامد الانصاری غازی	١٠
" " " "	نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	پروفیسر عابد صدیق	١١
" " " "	نعت	سید کاشف گیلانی	
دین و دانش:	اسلام کی جامعیت اور علماء کی ذمہ داریاں	علامہ سید سلیمان ندوی	١٢
	دین اسلام میں بیوی کا مرتبہ اسوۂ رسول کی روشنی میں	مولانا عبد الماجد دریا بادی	١٦
	بنات اسلام (نظم)	ماخوذ	٢١
	اللہ کی نعمتوں کے استعمال میں اعتدال	مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی	٢٢
گوشہ امیر شریعت:	سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ	مولانا اخلاق حسین قاسمی	٢٦
	خاموش ہو گیا ہے چمن بولتا ہوا	محترم لطیف الفت	٢٩
	امیر شریعت رحمہ اللہ	نسیم الصباح	٣٢
منظوم	وہ بہت ہی سچا تھا (نظم)	سید محمد یونس بخاری	٣٤
خراجِ تحسین:	بیاد سید عطاء اللہ شاہ بخاری (نظم)	ملک ماہر کرنالی	٣٥
	سید عطاء اللہ شاہ بخاری (نظم)	حکیم محمد اسمٰعیل عاجز	٣٦
تذکرۂ صحابہ:	امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	پروفیسر ابو الکلام خواجہ	٣٧
شخصیت:	مولانا سمیع اللہ قاسمی رحمہ اللہ	سراج انور	٤٦
اخبار الاحرار:	تنظیمی خبریں	ادارہ	٥٤
یاد رفتگاں:	وہ میری ماں تھی! (حضرت سید عطاء المحسن بخاری کی اہلیہ مرحومہ کی یاد میں)	حافظ محمد علی شیخ	٥٦
طنز و مزاح:	زبان میری ہے بات ان کی	ساغر اقبالی	٥٩
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب	ذ۔ بخاری / محمد عمر فاروق	٦١

دل کی بات

اقتصادی بحران، سیاسی عدم استحکام اور کمر توڑ مہنگائی

پاکستان اس وقت تاریخ کے بد ترین اور ایک بڑے اقتصادی بحران کی زد میں ہے۔ خدشہ ظاہر کیا جارہا ہے کہ پاکستان اس مرتبہ بیرونی قرضوں کی قسط بھی شاید اداء نہ کرسکے۔

ادھر ۱۹ جولائی ۹۸ء کو پیٹرول کی قیمتوں میں ۲۵ فیصد اضافہ سے کمر توڑ مہنگائی نے عوام کی زندگی اجیرن کر دی ہے۔ روزمرہ استعمال کی اشیاء کی قیمتیں عوام کی قوت خرید سے باہر ہورہی ہیں۔ جنرل سیلز ٹیکس کے خلاف کمیٹیوں، جیولرز اور تاجروں کی مسلسل ہڑتال اور احتجاج سے کاروبار معطل ہو کر رہ گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ملک میں دہشت گردوں کا راج ہے خصوصاً کراچی میں روزانہ بے گناہ انسان قتل ہو رہے ہیں۔ سیاسی عدم استحکام، ناکام خارجہ پالیسی، داخلی انتشار، اقتصادی بحران، مہنگائی اور قتل و غارت گری...... گویا وطنِ عزیز ایک خوفناک بحران کا شکار ہے۔ جہاں اعلیٰ عدالتوں کے جج، اعلیٰ انتظامی افسران، فوجی جوان اور پولیس کے سپاہی قتل ہو رہے ہوں وہاں عوام میں عدم تحفظ کا احساس پیدا نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا۔ قانون بے حس اور معطل ہوگا تو لوگ قانون کو ہاتھوں میں لیں گے۔ چند افراد کرپٹ ہوں تو حالات بہتر ہو سکتے ہیں لیکن ادارے کرپٹ اور تباہ ہو جائیں تو اصلاحِ احوال کے آثار بھی معدوم ہوجاتے ہیں۔ اسی قسم کی صورتِ حال سے ہم دوچار ہیں۔ بے دین اور بد عنوان سیاسی قیادت کے جرائم کی سزا سارے بھگت رہے ہیں۔ احتجاج، بغاوت، افراتفری اور انتشار اسی کا منطقی نتیجہ ہیں۔

حکمرانوں کے اطمینان بخش بیانات پڑھ سن کر حیرانی ہوتی ہے کہ وہ کس دھڑلے اور ڈھٹائی سے جھوٹ بول رہے ہیں۔ کب تک وہ عوام اور خود اپنے آپ کو دھوکہ دیں گے؟ آخر مطلع صاف ہوگا، غبار چھٹ جائے گا اور انہیں معلوم ہوجائے گا کہ وہ گھوڑے پر سوار ہیں یا گدھے پر!

وزیر اعظم نواز شریف نے گزشتہ ماہ قوم سے خطاب کے دوران جو قومی ایجنڈا پیش کیا اس میں دو اعلانات نہایت اہم تھے۔

کالا باغ ڈیم کی تعمیر اور انگریز کی عطاء کردہ جاگیروں کی ضبطی، نہ ڈیم بننے کے آثار ہیں اور نہ جاگیریں ضبط ہوں گی۔ پھر کہا گیا کہ ہم نادہندگان سے لوٹی ہوئی دولت واپس لیں گے۔ نہ خود قرض لوٹایا نہ دوسروں سے وصول کرسکے۔ ۱۱ جولائی وصولی کی آخری تاریخ تھی اب تک چند افراد ہی قابو آسکے ہیں اور بڑے بدمعاش پکڑائی نہیں دے رہے۔ الٹا وہ حکومت اور عدالتوں کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ بے شرمی کی حد یہ ہے کہ بیگم زرداری بے نظیر بھٹو نے ایک بیان میں کہا کہ "نواز شریف نے میری حلال کی دولت منجمد کی ہے" سرے محل اور سوئس اکاؤنٹس، حلال کی دولت سے بنے ہیں؟ حکومت نے کفایت شعاری اور خود انحصاری کی سکیم شروع کی، اس سے پہلے قرض اتارو، ملک سنوارو، پروگرام چلایا...... عوام نے بھرپور ساتھ دیا مگر جمع شدہ دولت کہاں گئی؟ عوام اس سے بے خبر ہیں۔

ان حالات میں چاہیے تو یہ تھا کہ ملک کی اقتصاد و معاش مضبوط کرنے کے لئے حکومت کوئی جامع منصوبہ بندی

کرتی مگر حکمرانوں نے مسائل کا حل تلاش کرنے کی بجائے ایٹمی دھماکوں کے نتیجہ میں غیر ملکی امداد کی بندش کو جواز بنا کر اپنی ساری خرابیوں کو اس میں گم کر دیا۔ شاہ خرچیاں جوں کی توں ہیں۔ ۲۲ جون ۱۹۹۸ء کو وفاقی وزیر خزانہ سرتاج عزیز نے قومی اسمبلی میں بتایا کہ سی بی آر کے چیئرمین کی ماہانہ تنخواہ صرف ایک لاکھ پچھتر ہزار روپے ہے۔ یہ تو ایک مثال ہے۔ مختلف محکموں میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ ادھر حالت یہ ہے کہ ۲۰۰ ارب روپے سالانہ ٹیکس چوری ہوتا ہے۔ ۱۵۰ ارب روپے کے ایک سو کے قریب نادہندگان ہیں۔ جنہوں نے بنکوں کو قرضوں کی قسط ادا نہیں کی۔

موجودہ اقتصادی و معاشی بحران سے نکلنے کا واحد طریقہ صرف اور صرف یہ ہے کہ نادہندگان سے قرضوں کے نام پر اور کمیشن کے نام پر لوٹی ہوئی ملکی دولت بہر صورت واپس لی جائے اس سے نہ صرف پاکستان کو بیرونی قرضوں سے نجات ملے گی بلکہ اقتصادی و معاشی حالت بھی بہتر ہوگی۔ روزمرہ اشیاء کی قیمتوں میں کمی کر کے غریب عوام کو مہنگائی کے عذاب سے نجات دلائی جائے۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ اگر حکومت اپنے اعلانات پر عمل کرتے ہوئے نادہندگان سے ملکی دولت واپس لے لے اور مسلمانوں سے غداریوں کے عوض انگریز کی عطاء کردہ جاگیریں ضبط کر لے، سودی نظام کا خاتمہ کردے اور بیرونی قرضے لینا بند کر دے۔ آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک سے نجات حاصل کر لے تو وہ اپنے اقتدار میں ہی اقتصادی و معاشی بحران سے نکل آئیں گے اور اگر اسی ڈگر پر ہی چلتے رہے تو پھر اقتصادی جن بوتل میں بند نہیں ہوگا اور حالات اس سے بھی زیادہ خراب ہوں گے جس کے ذمہ دار صرف اور صرف حکمران ہوں گے۔

صوبہ فاریاب پر طالبان کا قبضہ اور ایرانی اسلحہ:

طالبان تحریک نے افغانستان کے شمالی صوبہ فاریاب پر قبضہ کر لیا ہے۔ شمالی افغانستان کے بعض علاقے ابھی تک کمیونسٹ دوستم کے حامیوں کے زیر تسلط ہیں جبکہ احمد شاہ مسعود انکی حمایت میں طالبان سے جنگ کر رہے ہیں۔ صوبہ فاریاب کو جنگی اعتبار سے بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس کی فتح طالبان کے لئے نیک شگون ہے۔ فاریاب کے اہم شہر "میمنہ" میں عوام نے جو اسلحہ جمع کرایا ہے یا طالبان نے چھاؤنیوں میں سے جو اسلحہ قبضہ میں لیا ہے وہ تمام تر ایرانی ساختہ ہے۔ افغانستان میں اس انداز کی ایرانی مداخلت بہر حال قابلِ مذمت ہے۔ اس سے نام نہاد اسلامی انقلاب کا بھرم کھل گیا ہے۔ دیگر اسلامی ممالک خصوصاً پاکستان اور سعودی عرب کے معاملات میں بھی ایران مسلسل مداخلت کرتا آرہا ہے ایران کے جانبدارانہ اور فرقہ وارانہ رویہ نے اس کے عزائم بے نقاب کر دیئے ہیں۔

امیر المؤمنین ملا محمد عمر نے واضح طور پر درست کہا ہے کہ ایران مداخلت سے باز آجائے ورنہ جنگ اس کے دروازے تک پہنچ جائے گی۔

افغانستان کی امداد معطل........اور یورپی اداروں کا انخلاء

تازہ اطلاعات کے مطابق یورپی یونین نے افغانستان میں امدادی سرگرمیوں کے منصوبوں کے لئے امداد کی فراہمی

معطل کر دی ہے اور جاری منصوبوں کو بند کرنے کا اعلان کیا ہے۔ یورپی یونین کے فیصلے کے بعد طالبان نے غیر ملکی امدادی اداروں سے کہا ہے کہ وہ کابل سے چلے جائیں۔ دراصل یہ امدادی ادارے اسلامی افغانستان میں بطور مشنری کے کام کر رہے تھے اور افغانستان میں یورپ کی کافرانہ تہذیب و ثقافت اور نظام حکومت کے خاتمہ پر سخت پریشان ہیں۔ یورپ کو دنیا کے نقشہ پر ایک صحیح العقیدہ اسلامی ریاست کا وجود قطعاً قبول نہیں ...... یورپی اداروں کے افغانستان سے انخلاء کا طالبان حکومت کا فیصلہ انتہائی مستحسن ہے۔

حضرت سید عطاء المحسن بخاری کی اہلیہ کی رحلت:

مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر، ابنِ امیر شریعت حضرت سید عطاء المحسن بخاری کی اہلیہ محترمہ ۱۶ ربیع الاوّل ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۱ جولائی ۱۹۹۸ء بروز ہفتہ صبح ۹ بج کر ۲۰ منٹ پر ۶۱ برس کی عمر پا کر ملتان میں انتقال کر گئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ وہ گزشتہ ۱۴ برس سے علیل تھیں۔ شوگر، بلڈ پریشر، اور آخر میں فالج نے انہیں مفلوج کر دیا تھا۔ ان کے آخری پانچ برس تو بسترِ علالت پر ہی گزرے۔ ۱۱ جولائی کو رات دس بجے دار بنی ہاشم میں ہی حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور جلال باقری قبرستان میں حضرت امیر شریعت اور ام الاحرار کے قدموں میں سپردِ خاک کیا گیا۔

دارِ بنی ہاشم میں مدرسہ معمورہ کے قیام کے سلسلہ میں انہوں نے حضرت شاہ جی کا بہت ساتھ دیا۔ ابتدائی برسوں میں طلباء کے قیام و طعام اور ان کی تربیت کا انتظام انہوں نے خود سنبھال رکھا تھا۔ حضرت شاہ جی کے طویل تبلیغی اسفار میں انہی کا تعاون شامل تھا کہ وہ گھر اور مدرسہ کے معاملات کی پوری نگرانی فرماتیں۔ وہ جب تک تندرست رہیں مدرسہ کی خدمت کرتی رہیں۔ ان کی اولاد نہ تھی اور یہی وجہ تھی کہ وہ مدرسہ کے معصوم طلباء سے بے پناہ محبت فرماتیں۔ ان کے انتقال سے حضرت سید عطاء المحسن بخاری کو خصوصاً اور خاندانِ امیر شریعت کو گہرا صدمہ پہنچا ہے۔ اراکینِ ادارہ حضرت شاہ جی اور دیگر تمام پسماندگان سے اظہار ہمدردی کرتے ہیں اور مرحومہ کے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے حسنات قبول فرمائے، صالحین سے ملحق فرمائے اور مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے! (آمین)

دعاءِ صحت

* مجلسِ احرار اسلام کراچی کے صدر محترم صوفی مولا بخش صاحب گزشتہ چند ماہ سے شدید علیل ہیں۔
* مجلس احرار اسلام مرید کے، کے صدر محترم حکیم محمد صدیق تارڑ صاحب گزشتہ ایک سال سے علیل ہیں۔

احباب احرار اور قارئین سے درخواست ہے کہ ان کی صحت یابی کے لئے دعاء فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ان دونوں بزرگوں کو شفاء کاملہ عطاء فرمائے آمین (ادارہ)

دعاء مغفرت

* تلہ گنگ سے ہمارے دیرینہ کرم فرما محترم شیر محمد صاحب کے والدماجد گزشتہ ماہ انتقال کر گئے ......اناللہوانا الیہ راجعون

احباب وقارئین مرحوم کے لئے دعاء مغفرت وایصالِ ثواب کا اہتمام فرمائیں۔ اراکینِ ادارہ دعا گو ہیں اور اظہارِ تعزیت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر ان کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے (آمین)

بقیہ از ص ۹

نائب وزیر خارجہ ملا عبدالجلیل اخوند ہمیں دفتر لے گئے۔ ہمارے ذہن میں ایوان صدر اور وزیراعظم ہاؤس کا جو تصور تھا وہ چکنا چور ہو گیا۔ سادہ سی عمارت کے اندر دیوار کے ساتھ زمین پر ایک شخص تنہا چپ چاپ بیٹھا غور و فکر میں مصروف تھا۔ میں نے نائب وزیر خارجہ سے پوچھا یہ کون ہے؟ انہوں نے نہایت محبت سے کہا.......امیر المؤمنین ہیں۔ آپ مصافحہ کر لیں۔ امیر المؤمنین کہیں جانا چاہتے ہیں صرف آپ کے لئے رکے ہوئے ہیں۔ چند لمحوں کے اس دیدار کا نشہ آج بھی باقی ہے۔ ان کی دائیں آنکھ جہاد میں شہید ہوئی جسے انہوں نے عینک میں چھپایا نہیں۔ فرمایا کہ یہی تو میری کمائی ہے۔ جو اللہ کے حضور پیش کروں گا۔

ہمارا وفد ۲۳، جون کو قندھار سے کوئٹہ پہنچا۔ اور شام کی فلائٹ سے لاہور روانہ ہو گئے۔ کابل میں قیام کے دوران ۳۵ کلومیٹر کے فاصلے میں گل درہ کے مقام پر قلعہ مراد بیگ کے محاذ کا بھی دورہ کیا۔ مجاہدین گولیوں اور راکٹوں کی بارش میں استقامت واطمینان کے ساتھ زندگی گزار رہے تھے۔ قندھار میں سڑک کے کنارے بازار کھلے تھے اور دکاندار باجماعت نماز اداء کر رہے تھے۔ ٹریفک پولیس کے سپاہیوں کی مکمل داڑھیاں تھیں۔ اگر وردی میں نہ ہوں تو پاکستان کے ممتاز عالم دین لگیں۔ ٹی وی سٹیشن بند ہے۔ گانوں کے کیسٹ ممنوع ہیں۔ وزارت امر بالالمعروف کے ذمہ دار بڑی مستعدی کے ساتھ احکام شریعت پر عمل کراتے ہیں۔

طالبان تحریک افغانستان کی تشکیل نو میں مصروف ہے۔ لیکن داخلی انتشار خصوصاً احمد شاہ مسعود اور شمالی اتحاد کے لیڈران کے راستے کی بڑی رکاوٹ ہیں۔ افغانستان کا نوے فیصد علاقہ طالبان کے قبضہ میں ہے۔ جہاں شریعت نافذ ہے اور امن قائم ہے۔ شمالی اتحاد میں دوستم کی فوج اور کمیونسٹ شامل ہیں جبکہ افسوسناک صورت حال یہ ہے کہ احمد شاہ مسعود اور برہان الدین ربانی کمیونسٹوں کا ساتھ دے رہے ہیں۔ حال ہی میں ایک نہایت اہم شمالی صوبہ "فاریاب" طالبان نے فتح کیا ہے۔ ضرب مؤمن، کراچی نے وہاں سے پکڑے جانے والے اسلحہ کی تصاویر شائع کی ہیں جو تمام تر ایرانی ہیں۔ ایران، اس جنگ میں باقاعدہ شریک ہے اور طالبان مخالف کمیونسٹوں کو امداد دے رہا ہے۔ امیر المؤمنین نے خبردار کیا ہے کہ ہمسائیہ ممالک افغانستان میں مداخلت بند کر دیں ورنہ جوابی کارروائی کے لئے تیار رہیں۔

سید محمد کفیل بخاری

ایک ہفتہ امیر المؤمنین کے اسلامی افغانستان میں

حرکت الانصار ملتان کے ایک ذمہ دار محترم بھائی محمد اطہر نہایت منکسر مزاج اور صابر و شاکر نوجوان ہیں۔ ایک دن اپنے چند مجاہدوں کے ہمراہ مدرسہ معمورہ دار بنی ہاشم میں تشریف لائے اور مجھے افغانستان چلنے کی دعوت دی۔ میں ۱۹۹۴ء میں برہان الدین ربانی کے دور حکومت میں افغانستان کا دورہ کر چکا تھا۔ مگر طالبان کے عہد نو کا افغانستان دیکھنے کی خواہش عرصہ سے دل میں مچل رہی تھی۔ محمد اطہر بھائی سے سفر کا نظم طے ہوا اور ۱۶ جون ۱۹۹۸ء کی دوپہر فوکر طیارہ سے ہم ملتان سے پشاور کے لئے روانہ ہوئے۔ عصر کے قریب ہم پشاور ائیر پورٹ سے باہر نکل رہے تھے۔ اور حرکت الانصار کے مجاہدین سراپا استقبال تھے جو ہمیں اپنی گاڑیوں میں بٹھا کر دفتر لے گئے۔ قصہ خوانی بازار کے ڈیلکس ہوٹل میں بالائی منزل پر حرکت الانصار کا دفتر ہے۔ ملتان سے تقریباً ۲۰ افراد ہمارے وفد میں شامل تھے لیکن بھائی محمد اطہر دیگر پچاس افراد کا قافلہ لے کر بذریعہ بس پشاور کے لئے روانہ ہوئے۔ ہوٹل کے مختلف کمروں میں مہمانوں کو ٹھہرایا گیا تھا۔ رات آرام کر کے صبح اٹھے تو اطہر بھائی اپنا قافلہ لے کر دفتر پہنچ چکے تھے۔ پشاور دفتر میں مہمانوں کی خدمت پر مامور مجاہدین میں عثمان حیدر، خاور، ضرار ایوبی، سیف اللہ جرار، خالد ارشاد ٹوانہ اور قاری شطہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ان کے جذبۂ خدمت کو دیکھ کر دل سے بے اختیار دعائیں نکلیں۔

دفتر میں مختلف شہروں سے مسلسل وفود پہنچ رہے تھے جنہیں مختلف قافلوں کی صورت میں افغانستان روانہ کیا جا رہا تھا۔

مجلس احرار اسلام لاہور کے ارکان محترم ملک محمد یوسف، محترم میاں محمد اویس، اور محترم محمود شاہد کے علاوہ تونسہ سے حافظ محمد لقمان بھی میری دعوت پر پشاور پہنچے۔ جبکہ سید مرتضیٰ بخاری، طلحہ سعید اور محمد شفیق صاحب ملتان سے ہی میرے رفقاء سفر تھے۔

۱۷ جون کو ۱۱ بجے دن ویگن کے ذریعے ہم طورخم سرحد کے لئے روانہ ہوئے۔ یہ ایک بڑا قافلہ تھا جو مختلف ویگنوں کے جلوس کی صورت میں عازم سفر تھا، طورخم کی سرحد عبور کر کے اسلامی افغانستان میں داخل ہوئے اور سرحدی مسجد میں نماز ظہر اداء کی۔ یہاں سے ہم جلال آباد کے لئے روانہ ہوئے۔ یہ صوبہ ننگرہار کہلاتا ہے۔ سر سبز اور خوبصورت علاقہ ہے۔ سڑک کے دائیں طرف قدیم شاہی باغ کا ایک طویل سلسلہ ہے۔ یہ باغ روسیوں نے جنگ میں تباہ کر دیا تھا۔ طالبان کے افغانستان میں یہ پہلا سفر تھا جو گزشتہ سفر سے یکسر مختلف اور ماحول بالکل الٹ، امن و سکون کی ایک خاص کیفیت تھی۔ لوگ مطمئن اور زندگی معمول پر۔ یہ ماحول دیکھ کر بہت ہی خوشی ہوئی۔ تین چار گھنٹوں میں ہم جلال آباد پہنچے تو شہر میں بڑی رونق تھی اور لوگ اپنے کاروبار میں منہمک تھے۔ نماز مغرب قریب تھی کہ ہمارا قافلہ ''معسکر الارشاد'' پہنچا۔ یہ مجاہدین کی تربیت گاہ ہے اور اس کا نام ''حرکت الجہاد الاسلامی'' کے بانی مولانا ارشاد احمد شہید کے نام سے منسوب ہے۔ ایک کھلا ناہموار میدان، پہاڑی سلسلہ، بجلی ندارد، پانی کی قلت

اور اس میں "معسکر" تربیت کے لئے ایسی جگہ ہی مناسب ہوتی ہے۔ رات کے سائے بڑھے تو ساتھ والا شخص بھی دکھائی نہ دیتا تھا۔ ادھر بجلی کی کڑک، بادلوں کی گرج اور تیز ہوا نے ماحول کو اور ہی تشویش ناک بنا دیا تھا۔ ہم کھلے آسمان تلے بیٹھے سوچ رہے تھے یہ مجاہد یہاں کس طرح زندگی گزارتے ہیں؟ مغرب اور عشاء کی نماز یہیں میدان میں ادا کی، پھر مجاہدین نے دستر خوان لگایا اور مہمانوں کو کھانا کھلایا۔ تربیت گاہ سے متصل کچھ ہی فاصلے پر ہمیں لے جایا گیا۔ چاروں جانب گھپ اندھیرا، ہم ایک لائن میں چل رہے تھے اور ایک مجاہد ٹارچ لے کر آگے آگے چل رہا تھا۔ مختلف سمتوں میں پہریدار مجاہدین وقفے وقفے سے ٹارچ کی روشنی سے اپنی بیداری اور موجودگی کا احساس دلا رہے تھے۔ ایک سائبان تلے فرشی بستروں پر رات آرام کیا اور نور کے تڑکے مؤذن کی پکار...... حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح نے ہم سب کو بیدار کردیا۔ قریب ہی ایک بڑی نہر تھی۔ پانی صاف شفاف اور یخ۔ ہم نے یہاں وضو بنانے کا جو لطف اس دن آیا زندگی میں پہلے کبھی میسر نہ آیا تھا۔ نماز فجر ادا کر کے واپس معسکر کے دفتر پہنچے۔ یہ دفتر دو کچے کمروں پر مشتمل تھا۔ کمانڈر خالد ارشاد ٹوانہ اور مجاہد قاری شطہ ہمارے ہمراہ تھے آفتاب طلوع ہوا تو وردیوں میں ملبوس مجاہدین میدان میں جمع ہونے لگے۔ خالد ارشاد ٹوانہ نے بتایا کہ آپ کو مجاہدین کی ٹریننگ دکھائی جائے گی۔

استاذ اجمل معسکر کے انسٹرکٹر ہیں۔ استاذ نصر اللہ عزام ان کے ہمراہ تھے۔ کمانڈر خالد ارشاد ٹوانہ نے تلاوت کلام مجید سے کارروائی کا آغاز کیا۔ ابتدائی معلومات فراہم کیں۔ کمانڈر عدیل احمد جہاد یار بھی یہاں استاذ ہیں۔ اور ابراہیم تیمور صاحب امیر معسکر ہیں۔ اس تربیت گاہ میں ۴ کورسز ہوتے ہیں۔

۱۔ تاسیسیہ (چالیس دن) ۲۔ صقارہ (تین ماہ) ۳۔ الخالد (تین ماہ) ۴۔ جند اللہ (چھے ماہ) معسکر کے معمولات یہ ہیں:
مجاہدین کو ڈھائی بجے شب تہجد کے لئے بیدار کر دیا جاتا ہے۔ پھر اشراق تک ذکر، نماز، سورہ یٰسین اور قرآن کریم کی تلاوت کے بعد مشق ہوتی ہے۔ ناشتہ کے بعد اسلحہ کی کلاس ہوتی ہے جس میں اسلحہ کے استعمال کی تربیت و تعلیم ہوتی ہے۔ ظہر کے بعد ایک گھنٹہ شرعی تعلیم۔ پھر میدان کاری، گتکا۔ عصر تک یہ مصروفیت رہتی ہے۔ عصر تا مغرب وقفہ ہے۔ بعد از مغرب ذکر و بیان۔ کھانا۔ نماز عشاء اور پھر آرام۔ لیکن رات بھر پہرہ کے لئے مجاہدین کی ڈیوٹی الگ ہوتی ہے۔

کمانڈر خالد ارشاد ٹوانہ نے یہ معلومات فراہم کرنے کے بعد مظاہرہ کا آغاز کیا۔ مجاہدین کی پریڈ، لاٹھی، گتکا، کراٹے، حربی امور، خنجر زنی، پسٹل چھیننا، چلانا، سنتری ڈسپوزل، فائرنگ کے مختلف انداز اور آزاد فائٹ کے ایمان پرور مظاہروں نے دل و دماغ پر گہرا اثر چھوڑا۔

۱۸، جون کو دوپہر ہم لوگ کابل کے لئے روانہ ہوئے۔ ظہر، عصر، مغرب، دریائے کابل کے کنارے ادا کیں۔ اور نو بجے شب کابل پہنچے۔ یہ سفر بہت تھکا دینے والا تھا۔ سڑک تباہ ہو چکی ہے اور گاڑی کچھوے کی چال چلتی ہے۔ ساڑھے نو بجے کابل کی ایک چھاؤنی میں قائم مسجد میں نماز عشاء ادا کی۔ مجاہدین ہمیں ہرات ہوٹل لے گئے۔ بہت اعلیٰ کھانا کھلایا۔ اس وقت ہوٹل کے ہال میں تقریباً ایک سو افراد موجود تھے۔ ان میں اکثر وہ نوجوان تھے جو محاذ پر جہاد کے لئے آئے ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ جو مہمان تھے ان سب نے اپنے کھانے کا بل ادا کیا۔ کمانڈر عدیل ایک مستعد چاق و چوبند اور مخلص انسان ہیں۔ رات بارہ بجے وہ ہمیں لیکر انصاف ہوٹل پہنچے اور مختلف کمروں میں

تمام مہمانوں کو ٹھہرایا۔ یہ ہوٹل اب صرف طالبان کے مہمانوں کے قیام کے لئے وقف ہے۔

۱۹، جون کو جمعہ تھا۔ صبح ناشتہ کے بعد کمانڈر عدیل ہمیں کابل شہر لے گئے۔ کابل کی اکثر عمارات بموں اور راکٹوں سے تباہ ہو چکی ہیں۔ افسوس کہ یہ تباہی روس کے خلاف جہاد میں نہیں بلکہ برہان الدین ربانی اور گلبدین حکمت یار کی جنگ میں ہوئی۔ ہم کابل یونیورسٹی پہنچے یہیں عظیم مفکر سید جمال الدین افغانی کی قبر ہے۔ مولانا پیر محمد روحانی، یونیورسٹی کے چانسلر ہیں جو ہمارے استقبال کے لئے خود تشریف لائے۔ یونیورسٹی کے ایک کمرے میں رہائش پذیر ہیں۔ سرخ و سفید چہرہ۔ آنکھوں میں ایمان کی چمک۔ خوبصورت داڑھی اور باوقار لب و لہجہ۔ یاالٰہی یہ چانسلر ہیں؟ میں نے دل میں سوچا۔ دل نے گواہی دی ہاں۔۔۔۔ اصل چانسلر یہی ہیں۔ مولانا پیر محمد روس کے خلاف جہاد میں کمانڈر اور حرکت الجہاد الاسلامی کے سرپرست تھے۔ شعبہ ثقافت اسلامی میں اسباق بھی پڑھاتے ہیں۔ طلباء ان کے علم و تقویٰ کی وجہ سے ان سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔ مختصر سی ملاقات میں انہوں نے جس حسن اخلاق کا مظاہرہ کیا وہ حاصل سفر ہے۔

نماز جمعہ سے قبل ہم جن تاریخی مقامات پر گئے۔ ان میں مغلیہ سلطنت کے بانی ظہیر الدین بابر کا مزار اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مزارات ہیں۔ حضرت جانک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ تبلیغ و نفاذ اسلام کے لئے یہاں آئے تھے اور شہید ہوگئے۔ نماز جمعہ کابل کی مسجد یعقوب میں اداء کی۔ امام صاحب نے خطبہ جمعہ میں امیر المؤمنین کا نام لیا اور کہا کہ امیر المؤمنین ملا عمر کا قوم کے نام پیغام ہے۔ "دین پر عمل کرو، اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو۔ اور حکومت اسلامیہ کے استحکام میں ہمارے ساتھ تعاون کرو۔

نماز جمعہ کے بعد کابل اسٹیڈیم میں ایک راہزن پر حد جاری ہونی تھی۔ کمانڈر عدیل ہمیں وہاں لے کر پہنچے تو سارا شہر سٹیڈیم میں امڈ آیا تھا۔ طالبان انتظامیہ نے فرد جرم پڑھ کر سنائی۔ مجرم کو لینڈ کروزر گاڑی میں لایا گیا۔ ڈاکٹروں کی ٹیم موجود تھی۔ انہوں نے مجرم کو بے ہوش کیا اور باقاعدہ آپریشن کے ذریعے ایک پاؤں اور ایک ہاتھ کاٹ دیا۔ طالبان کی اسلامی حکومت نے حدود کا نفاذ کر کے دو اہم فوائد حاصل کئے ہیں۔

۱۔ جرائم کی شرح کم ہوئی ہے۔ ۲۔ ملک میں امن قائم ہوا ہے۔

۱۹، ۲۰، جون کو ہم لوگ کابل میں ہی ٹھہرے ۲۱، جون کو بذریعہ طیارہ کابل سے قندھار پہنچے۔ جہاز میں تقریباً دو سو افراد سوار تھے۔ یہ سب پاکستانی تھے۔ اور امیر المؤمنین سے ملاقات کے علاوہ اسلامی افغانستان دیکھنے آئے تھے۔ ہم لوگ رات گورنر ہاؤس میں ٹھہرے۔ جو ایک پرانی عمارت تھی۔

۲۲ جون پیر کا دن ہمیشہ یاد رہے گا۔ جب ہم امیر المؤمنین سے ملنے ان کے دفتر گئے۔ عمارت کے صدر دروازے کے ساتھ آخری کمیونسٹ حکمران نجیب اللہ کی بڑی کار "بیوک" عبرت کا نمونہ بنی کھڑی تھی۔ دفتر کے باہر ایک بورڈ پر لکھا تھا "دعالیقدر امیر المؤمنین دفتر، دافغانستان اسلامی امارت" دروازہ پر کلمہ طیبہ لکھا تھا اور نیچے یہ عبارت درج تھی۔

"الایمان والتقویٰ والاخلاق والانتظام نحج، عظیم للتحریک الاسلامی"

بقیہ ص ۶ پر

نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حامد الانصاری غازی (مرحوم)

مدینے کے دن رات اللہ اکبر	مدینے کی کیا بات اللہ اکبر
اذانوں کے لمحات اللہ اکبر	نمازوں کے اوقات اللہ اکبر
یہ قبر النبیؐ اور یہ محرابؐ و منبر	مقدس مقامات اللہ اکبر
مواجہ مبارکؐ، سلاموں کی بارش	درودوں کی سوغات اللہ اکبر
دل و جان و ایماں حضورِ نبیؐ میںؐ	رسوم اور نہ بدعات اللہ اکبر
یہاں آکے سب امتی مل گئے ہیں	یہاں کی ملاقات اللہ اکبر
یہیں سے چلے تھے یہیں سے چلیں گے	سفر کی شروعات اللہ اکبر
مدینے کی راہیں، محبت کا راہی	ہزاروں سوالات اللہ اکبر
خدا کے حرم سے نبیؐ کے حرم تکؐ	عبادات و طاعات اللہ اکبر
زمیں پر حکومت، زمانہ مسخر	دلوں کی کرامات اللہ اکبر
نہ اسود نہ احمر، یہاں سب برابر	یہ فخر و مباہات اللہ اکبر
یہ امت کی آہیں یہ امت کے آنسو	یہ روزِ مکافات اللہ اکبر
نخیل اور ہر نخل، اک نخلِ جنت	مدینے کے باغات اللہ اکبر
یہی چند آہیں، یہی چند آنسو	محبت کی سوغات اللہ اکبر

میں لایا ہوں غازی حضورِ نبیؐ میں
یہی چند ابیات اللہ اکبر

نعت

◎

وہ فخر و انبساط و رعونت نہیں رہی
پہلی سی اپنی اب وہ طبیعت نہیں رہی

دیکھا جو میں نے اپنے گریباں میں جھانک کر
مجھ کو کسی بھی شخص سے نفرت نہیں رہی

جب سے تمہارا پیار مرے دل میں بس گیا
دل کو کسی سے پیار کی حسرت نہیں رہی

بے شک رہا ہوں میں تو مصیبت میں مبتلا
تیرا لیا جو نام مصیبت نہیں رہی

کیسے ترے کرم کا وہ اندازہ کرسکے
جس کو تری نگاہ سے نسبت نہیں رہی

بخشا خدائے پاک نے جب تجھ سا رہنما
دنیا کو پھر کسی کی ضرورت نہیں رہی

کاشف کو تیرے در کی گدائی جو مل گئی
نظروں میں اسکے شاہوں کی قیمت نہیں رہی

سید کاشف گیلانی

◎

◎

جو خاص تجھی کو تھے دیے ربِّ عُلا نے
تقسیم کئے تونے وہ رحمت کے خزانے

صد شکر کہ اک تیری شفاعت کے سبب سے
بخشے گئے ہم جیسے گنہگار پرانے

کیا کم ہے کہ امت ہیں رسول عربی کی
درکار ہیں رحمت کو تو بخشش کے بہانے

جو مانے تجھے ان کی سعادت ابدی ہے
محرومِ ازل ہیں وہی جو لوگ نہ مانے

ہے تیری محبت سببِ فوزِ دوعالم
ہیں اصل میں ہشیار جو ہیں تیرے دیوانے

میدان رسالت کا تری، وسعتِ اِمکاں
عالم ہیں سبھی تیرے، سبھی تیرے زمانے

ہے نعت مجھے تیری حضوری کا وسیلہ
اعزاز یہ بخشا ہے مجھے تیری ثنا نے

ڈاکٹر پروفیسر عابد صدیق (بہاولپور)

◎

علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ

اسلام کی جامعیت اور علماء کی ذمہ داریاں

دنیا کے تمام مذہبوں میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو علم کے ساتھ مبعوث ہوا۔ اور جو حکمت دے کر بھیجا گیا ہے۔ اس کے نزدیک نسل انسانی کا آغاز ہی علم سے ہوا ہے۔ اور اسی کے ذریعہ آدم علیہ السلام کے سر پر کرامت کا تاج رکھا گیا ہے۔

"ولقد کرمنا بنی آدم" کی موروثی عزت "وعلم آدم الاسماء کلھا" پر تو ہے، ہم کو وہ رسول عنایت کیا گیا جس کی شان یہ ہے یتلو علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ۔ ہم کو وحی مرحمت ہوئی جس کا آغاز

اقراء باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق اقراء وربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم

سے ہوا۔ وہ عرب جن کی نادانی اور جہالت ضرب المثل تھی۔ وہ اس دین کو پا کر علم وحکمت کے سرمایہ دار اور اسرار ورموز الٰہی کے امانت دار ہو گئے۔ کہ وہ قریش جن میں مؤرخ بلاذری کے بیان کے مطابق بعثتِ نبوی کے وقت صرف سترہ آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے، اسلام کی روشنی سے پر نور ہو کر ساری دنیا کے استاذ اور معلم ہو گئے۔

اسلام عرب کے ریگستان سے نکل کر دنیا کے جس حصہ میں پہنچا۔ اس کو علم کی روشنی سے منور کر دیا، مصر، شام، عراق، ایران، خراسان، افریقہ، مغرب، اسپین ان سب میں علم کی بہاریں آئیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمھم اللہ نے اپنے رسول صلی للہ علیہ وسلم کی معرفت سے علم کا جو خزانہ پایا تھا اس کو ربع مسکون میں بانٹا۔ آج انہیں کی کوششوں کا صدقہ ہے کہ سرزمین عرب سے ہزاروں میل دور بیٹھ کر ہمارے علماء علم وعرفان کی دولت تقسیم کر رہے ہیں۔

مدینہ کی چھوٹی سی مسجد جو مسجد نبوی کے نام سے مشہور ہے، اسلام کی پہلی درس گاہ ہے۔ وہی حق کی عبادت کا مقام اور علم کی اشاعت کا مرکز تھی۔ جہاں جہاں بھی مسلمان پھیلے، ان کی عبادت گاہیں ہی علم کی درس گاہیں بنیں۔ یہاں تک کہ چوتھی صدی میں خراسان میں مدرسوں کے نام سے الگ عمارتوں کے بننے کا رواج ہوا، جہاں تک ضرورتوں کا تعلق ہے یہ علیحدگی تمدّن کی وسعت کا لازمی نتیجہ تھی لیکن جہاں تک حقیقت کا تعلق ہے اس کو نہ بھولنا چاہیے کہ ہماری عبادت گاہ ہی ہماری درس گاہ ہے۔ اس کا منشاء یہ ہے کہ ہمارا علم ہماری عبادت کا ایک حصہ ہے۔ اس لئے جس طرح ہماری عبادت صرف اللہ کے لئے ہونی چاہیے، اسی طرح ہمارا علم بھی اللہ کے لئے ہونا چاہیے۔ کیوں کہ اسلام میں علم کی غرض وغایت نہ تو نوکری اور خدمت ہے اور نہ امتیاز وشہرت ہے، نہ ذریعۂ رزق اور دنیا طلبی ہے، بلکہ اس سے مقصود صرف اللہ کی

معرفت اور اس کے احکام و شرائع سے واقفیت ہے اور اس کے ذریعہ اللہ کی خوشنودی کی راہ لی ہے۔ اس لئے ہر وہ شخص جس کے علم کی غرض و غایت یہ نہیں وہ سچا عالم بھی نہیں۔ ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس کو بیان کرتے ہوئے ان پر غشی طاری ہو جاتی تھی کہ:

"اللہ تبارک وتعالی جب قیامت کے دن علماء سے پوچھے گا کہ تم نے علم پڑھ کر کیا کیا؟ اور وہ جواب دیں گے۔ اس پر وہ اللہ تعالی ارشاد فرمائے گا کہ تم نے تو علم اس لئے پڑھا تھا کہ تم کو عالم کہا جائے، تم کو دنیا میں عالم کہا جا چکا اور تم اپنی مزدوری پا چکے"

احادیث میں علمائے سو کی جو برائیاں آئی ہیں۔ ان سے آپ میں سے کون واقف نہیں ہر قدم پر ہم کو اور آپ کو اللہ تعالی کی پناہ مانگنی چاہیے کہ وہ ان برائیوں سے محفوظ رکھے اور ہمیں اس تمثیل مثل الذین یحملوا التوراۃ ثم لم یحملوا ھا کمثل الحمار یحمل اسفاراً کا مصداق نہ بنائے۔ وتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم وانتم تتلون الکتاب ہمارا شیوہ نہ ہو، ایک عالم دین کا پہلا فرض یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے ساتھ اس کا رشتہ مستحکم ہو۔ اس کے علم و عمل کا ہر قدم اللہ کے لئے اٹھے۔ اس کی سعی و کوشش کی ہر حرکت کا مرکز اللہ کی رضا و خوشنودی کی طلب ہو، اس کا علم پہلے اس کے لئے ہو، پھر دوسروں کے لئے اتعظ ثم عظ کا موقع اس کے سامنے ہو۔ جس کا معاملہ اللہ کے ساتھ درست نہیں، جس کا عمل اخلاص پر نہیں، اس کے لئے خیر و برکت نہیں۔

علماء سلف کی زندگیاں کم و بیش ہماری زندگیوں سے بڑی نہ تھیں، لیکن اس تھوڑی سی زندگی میں انہوں نے جو بڑے بڑے کام انجام دیئے جو ضخیم تصنیفات یادگار چھوڑیں، اپنے شاگردوں اور مستفیضوں کا جو وسیع حلقہ تیار کر لیا، وہ تاریخ کے اوراق میں حیرت کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں۔

ابن جوزی کی تصنیفات کا ان کی زندگی کے ایام پر حساب لگایا جائے تو اوسطاً چھ صفحے روزانہ ہوتے ہیں۔ امام رازی کی کوئی اور کتاب نہ ہوتی صرف تفسیر کبیر ہی اگر تصنیف ہوتی تو ان کی زندگی کی ایک بڑی دینی و علمی خدمت ہوتی۔ لیکن ان تصنیفات کے ہزاروں صفحے اس کے علاوہ ہیں جو اس حالت میں ترتیب دیئے گئے ہیں۔ جب دنیائے اسلام تاتاریوں کے حملے سے زیروزبر ہو رہی تھی۔ امام مالک کے تلامذہ کے حلقہ میں ایشیاء افریقہ اور یورپ تین براعظم کے باشندے داخل ہیں۔ امام بخاری کے ایک شاگرد فربری کے تقریباً نوے ہزار شاگرد تھے۔ یہ چند مثالیں جن سے صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ ان بزرگوں کے کاموں کی وسعت ان کے حسن نیت کا صدقہ تھی۔ آج بھی ہماری کامیابی کا وہی ذریعہ اور طریقہ ہے جو پہلے تھا۔ امام مالک کا قول یہ بھولنے کے قابل نہیں کہ: لا یُصلح آخر ھذہ الامۃ الابما صلح بہ اولھا

ہمارے یہاں علماء میں جب علم جنگ و جدل اور مناظرہ اور مباحثہ کے لئے رہ گیا، اور سلاطین سلجوقیہ

کے زمانے میں فقہا نے اس کو حصولِ خدمت اور شاہانہ درباروں میں طلب عزت کا ذریعہ بنایا تو جو حالت ہوئی اس کا ماتم امام غزالی نے "احیاء العلوم" میں جس طرح کیا ہے وہ آج بھی ہمارے لئے عبرت کا سامان ہے۔

بغداد میں حنابلہ اور اشاعرہ کی خونی معرکہ آرائیاں اور سلجوقیوں کی حکومت میں اشاعرہ اور معتزلہ کی باہمی آویزش کے تلخ نتیجے بھولنے کے لائق نہیں۔ پہلے واقعہ نے بغداد کی تباہی کا سامان دکھایا اور دوسرے واقعہ نے الموت میں باطنیہ کی صد سالہ قوت کا مسالہ فراہم کیا، خود ہمارے اس ملک میں اسلامی حکومت کے ذریعہ سے لے کر آج تک علماء نے فرقہ واری کے اصول پر احقاقِ حق اور ردّ باطل کے جو طریقے اختیار کئے ان کے جو نتیجے سامنے آئے وہ کس سے چھپے ہیں۔ اہل حق میں سے علماء اہل حدیث اور علماء احناف کے مناظرے جادۂ حق سے ہٹ کر جس جس طرح مقدمہ بازی تک پہنچے۔ ان پر افسوس کس کو نہیں آتا۔ ان افسوسناک جھگڑوں نے امت مسلمہ کے شیرازہ کو جس طرح منتشر کیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان چھوٹی چھوٹی جماعتوں اور متفرق فرقوں میں اس طرح بٹ گئے ہیں کہ اصل دین کی حرمت سے سب غافل ہیں اور اس حماقت میں مبتلا ہیں کہ شاخوں پر پانی دینے سے جڑیں مضبوط ہوں گی۔

خصوصاً موجودہ حالات میں ہمارے علماء کو اس غلطی سے ہوشیار ہونا چاہیے اور فرقہ واری کے تنگ دائرہ سے نکل کر اسلام کی خدمت اور مسلمانوں کی خیر خواہی میں مصروف ہونا چاہیے۔

آج ہمارے جو فقہی اختلافات ہیں۔ وہ کم و بیش صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے سے چلے آرہے ہیں۔ ایک کی نظر میں کوئی پہلو قوی ہے اور دوسرے کی نظر میں کوئی دوسرا۔

اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ان اختلافات کے باوجود انما المؤمنون اخوۃ کی مثال اور کانھم بنیان مرصوص کا نمونہ تھے تو کیا وجہ ہے کہ آج بھی ہم ان کی پیروی میں اپنے اپنے تحقیقی اختلافات کے ساتھ گھل مل کر مسلمانوں کی ایک متحدہ جماعت نہ بن سکیں اور ھُوَ سَمّٰکُم المُسلِمین کے تنہا خطاب سے اپنے آپ کو مخاطب نہ کریں۔

آج زمانہ کے خیالات اور دنیا کے واقعات میں اس تیزی کے ساتھ تبدیلی ہو رہی ہے۔ کہ ان کے جانے اور سمجھے بغیر آپ مسلمانوں کی کوئی خدمت نہیں کر سکتے۔ دنیا میں سیاسی اور اقتصادی خیالات ایسے چھائے ہوئے ہیں اور انقلاب کی گھڑیاں اس طرح پے در پے آرہی ہیں اور گزر رہی ہیں کہ ایک عالم دین کے لئے جس کو مسلمانوں کا خدمت گزار ہونا ہے ان کو سمجھنا اور ان کے حل کرنے کی تدبیر سوچنا ضروری ہے۔

صرف اعراض اور تغافل سے ان وقتوں کو آپ حل نہیں کر سکتے، صرف آپ کے توجہ نہ کرنے سے نہ دنیا اپنے قاعدہ کو بدل سکتی ہے، اور نہ زمانہ اپنے رخ کو پلٹ دے سکتا ہے۔ مشکلات کا مقابلہ کرنا، اور موجودہ جدوجہد میں مناسب حصہ لینا اور ملک و قوم کی زندگی میں مسلمانوں کے لئے مناسب مقام حاصل کرنے کی کوشش کرنا بھی ایک عالم دین کا فرض ہے۔

اسلام وہ مذہب ہے کہ جس دن وہ دین بنا اسی دن وہ سیاست بھی تھا۔ اس کا منبر اس کا تخت، اس کی

مسجد اس کی عدالت، اور اس کی توحید۔ نمرودوں، فرعونوں، قیصروں اور کسراؤں کی شہنشاہی کے مٹانے کا پیغام تھی۔ صحابہ کرام اور خلفاء راشدین کی پوری زندگیاں ان مرقعوں سے بھری ہیں اور وہی اسلام کی سچی تصویریں ہیں، اور جب تک علماء علماء رہے وہی ان کا اسوہ تھا۔

آج جب ہم نئے سرے سے اپنا گھر بنانا چاہتے ہیں۔ اور پچھلی غلطیوں کی تلافی کرنا چاہتے ہیں تو ضرورت ہے کہ ہم اسی نقش قدم پر چلیں جو ہمارے بزرگوں نے ہمارے لئے چھوڑا ہے۔

آج کل ہمارے علماء کا کام صرف پڑھنا پڑھانا، مسئلے بتانا، اور فتوے لکھنا سمجھا جاتا ہے، لیکن اب وقت ہے کہ وہ اپنے اسلاف کے پچھلے سبق کو پھر دہرائیں اور دیکھیں کہ ان کا کام صرف علم و نظر تک محدود نہیں بلکہ سعی و عمل اور جدوجہد اور عملی خدمت بھی ان کے منصب کا ایک بہت بڑا فرض ہے۔ ہر آبادی جہاں وہ رہیں وہ ان کی سعی و خدمت سے آباد رہے۔ وہاں کے جاہلوں کو پڑھانا، وہاں کے نادانوں کو سمجھانا، وہاں کے غریبوں کی امداد کرنا، وہاں کے بھولے بھٹکوں کو راہ دکھانا، مسلمانوں کو ان کی کمزوریوں سے آگاہ کرنا،، ان کو دنیا کی ضرورتوں سے باخبر رکھنا، ضرورت کے ہر موقع پر آگے بڑھنا اور اپنے علم و عمل کی ہر کوشش سے ان کو فائدہ پہنچانا، ایک عالم دین کے فرائض ہیں۔

یہ بات خوب یاد رکھنی چاہیے کہ مسلمانوں کو اپنے دین کی باتوں سے واقفیت کے لئے بہت بڑے عالم، علم و فضل کی ضرورت نہیں۔ عقیدہ اور عبادت اور دوسری مذہبی نیکیوں کے لئے دین کا معمولی علم کافی ہے۔ یعنی ہر مسلمان کو بجائے خود بڑا عالم ہونا ضروری نہیں۔ لیکن اس سے ایک منٹ کے لئے بھی پہلو تہی نہیں کی جاسکتی کہ ان کو اپنی دینی و دنیاوی بھلائی کے لئے ہر وقت عمل کے واسطے کمربستہ ہونا ضروری ہے، آج دنیا لڑائی کا میدان ہے، جو بھی سستی سے اپنی جگہ کھڑا رہے گا، وہ گر جائے گا۔ اسی لئے علمی قوت سے زیادہ آج عملی قوت کی سرگرمی کی ضرورت ہے۔ علم، خیر و شر کی تمیز بتانے کے لئے ضروری ہے، لیکن محض خیر و شر کی تمیز سے آپ کامیاب نہیں ہوسکتے۔ جب تک جو خیر ہے، اس کی طلب اور جو شر ہے، اس سے پرہیز آپ کا شیوہ نہ ہو۔

ایک زمانہ تھا جب مسلمانوں میں دنیا کی بہتات تھی دولت کی کثرت تھی۔ تجارت کا فروغ تھا۔ حکومت اور سلطنت ان کے ہاتھوں میں تھی۔ اس وقت کے علماء نے اپنی حکمت ربانی سے یہ صحیح سمجھا کہ مسلمانوں کا دولت میں انہماک، کسب زر میں زیادہ مشغولیت اور حکومت اور سلطنت میں استغراق ان کے دین کے لئے مضر ہے۔ اس لئے اس وقت انہوں نے ترک دنیا اور زہد و قناعت کا برمحل وعظ فرمایا۔ لیکن اب جب کہ حالت پلٹ گئی ہے، فقر و فاقہ چھا گیا ہے، مفلسی ان کے لئے فتنہ کا سامان ہے، دولت ان سے جا چکی ہے، تجارت ان سے رخصت ہو چکی ہے اور سلطنت و حکومت ان کے ہاتھوں سے نکل چکی ہے، ضرورت ہے کہ ہمارے واعظ اور ہمارے عالم اپنی تقریروں کا رخ پھیریں اور اپنے مواعظ کا موضع سخن بدلیں۔ تاکہ مسلمانوں میں زندگی کی روح پیدا ہو اور ان میں زمانے کے مقابلے کا حوصلہ آئے اور محنت اور سعی و جانفشانی سے اپنے لئے دنیا میں وہ پوزیشن حاصل کریں جو دنیا کے آخری مذہب کے پیروؤں کا حق ہے۔

مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم

دین اسلام میں بیوی کا مرتبہ

اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللّٰہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون. یا ایھاالناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالاً کثیراً ونسآء واتقوا اللّٰہ الذی تساءلون بہ والارحام ان اللّٰہ کان علیکم رقیبا. یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللّٰہ وقولوا قولاً سدیداً یصلح لکم اعمالکم ویغفرلکم ذنوبکم ومن یطع اللّٰہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیماً.

ہجرت کے بعد کا زمانہ ہے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں رونق افروز ہیں۔ ایک بار چودہ شعبان کو شب میں بستر مبارک سے آہستہ سے اٹھتے ہیں۔ روایت بیان کرنے والی ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ وہ بھی وہیں آرام فرما تھیں۔ ردائے مبارک آہستہ سے اٹھاتے ہیں۔ حجرہ کا دروازہ آہستہ کھولتے ہیں۔ اور چپکے سے قبرستان بقیع میں مؤمنین کے حق میں دعائے مغفرت کرنے تشریف لے جاتے ہیں۔ ام المؤمنین روایت کرتی ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر جنبش کے لئے رُوَیدا استعمال کرتی جاتی ہیں۔ "قام رویداً اخذ ردآء رویداً۔" وغیرہ۔ معنی "آہستہ" کے ہیں۔ یہ اس وقت ہر عمل میں آخر آہستگی کا اہتمام کیوں؟۔

جواب دنیا سنے گی؟ شوہروں کو تمام تر خدائے مجازی اور بیویوں کو تمام تر باندی سمجھنے والی دنیا سنے گی؟ آہستگی کا اہتمام اس لئے اور محض اس لئے کہ پاس لیٹی ہوئی عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کی راحت میں بلاضرورت خلل نہ پڑے! اللہ اکبر، آج بڑے نرم مزاج شوہروں میں بھی ہیں کوئی صاحب، رفیقۂ حیات کی راحت و آسائش کا اس درجہ اہتمام رکھنے والے؟

جس نے اپنی ازدواجی زندگی اس معیار کے مطابق گزار دی، حق پہنچتا تھا اسی کو کھلے لفظوں میں اعلان کرے اور دنیا میں پکار دے کہ:۔ "خیر کم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی."

تم میں بہترین انسان وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے حق میں بہتر ہو، مجھے دیکھو میں اپنے گھر والوں میں بہتر ہوں۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

یا پھر یہی پکار دوسرے لفظوں میں:۔ " خیار کم خیارکم لنساء ھم." (ابن ماجہ)

تم میں بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے حق میں بہتر ہو۔

نیکی اور بزرگی کا معیار آپ نے ملاحظہ فرمالیا؟

یہ نہیں کہ دفتروں اور کچہریوں میں، دوستوں کے مجمع میں اور قومی جلسوں میں کون کیسا نظر آتا ہے؟ بلکہ یہ کہ بیوی کے ساتھ برتاؤ کس کا نرم ہے۔ گھر کے اندر صبر و تحمل کا ثبوت کون دیتا رہتا ہے۔ اور جلوت میں نہیں خلوت میں کون کیسا ہے؟

سسرال جیل خانہ کا نام نہیں اور نہ لڑکی شادی کے بعد بیوی سے باندی بن جاتی ہے۔ آسان تھا کہ بجائے خطبہ کی ان تصریحات کے محض اتنا کہہ کر لڑکی کا ہاتھ پکڑا دیا جاتا کہ "میاں لڑکی نہیں خدمت کو کنیز دی جارہی ہے۔" ان الفاظ سے دل، جو پہلے سے بھر آنے کے لئے تیار ہیں ضرور بھر آتے۔ لیکن حقیقت کی ترجمان نہ ہوتی۔ اسلام میں بیوی کنیز نہیں ہو جاتی، بیوی ہی رہتی ہے، تو کیا اپنے حقوق پر جم کر سب سے بڑے حکیم اور سب سے بڑے حاکم کا یہ فرمان کسی مسلمان تک نہیں پہنچا ہے کہ عاشروھن بالمعروف بہ صیغہ امر بطور حکم ارشاد ہو رہا ہے کہ بیوی کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ حسن معاشرت قائم رکھو! قید کسی خاص حالت کی نہیں۔ جوانی میں بھی اور بڑھاپے میں بھی، وہ حسین و جمیل ہو تو، اور حسن و جمال ظاہری سے محروم ہو تو۔ ڈھیروں مال لے کر آئے جب بھی، اور خالی ہاتھ آئے جب بھی۔ عزت رکھتی ہے۔ شوہر کی آمدنی پر حق رکھتی ہے۔ حیثیت و مرتبہ رکھتی ہے۔ لازم ہے کہ لحاظ اس کی عزت کا، حیثیت کا، مرتبہ کا رہے، ولھن مثل الذی علیھن جیسے مرد کے حقوق عورت کے ذمہ ہیں، ویسے ہی تو عورت کے بھی مرد کے ذمہ ہیں۔ اور کیوں نہ ہوتے جب خلقت دونوں کی ایک رکھی گئی اور خلقت کی یکسانی کا گواہ کوئی دوسرا نہیں خود خالق کائنات ہے۔ "واللّٰہُ جَعَلَ لکم من انفسکم ازواجاً" اللہ نے تمہاری بیویاں تمہیں میں سے پیدا کیں۔"

تمہاری جنس سے اس کی فطرت تمہاری فطرت، اس کی خلقت تمہاری خلقت ہے۔ تمہیں اگر سیم و زر کی طلب ہے تو وہ بھی احتیاج مال سے بے نیاز نہیں رکھی گئی ہے۔ تم اگر اپنی راحت و زیبائش کے بھوکے ہو تو اس کا جسم بھی خستگی اور تھکن کے اثرات کو قبول کرنے والا بنایا گیا ہے۔ تمہیں اگر غصہ آتا ہے تو وہ بھی بے حس نہیں پیدا کی گئی ہے۔ تم اگر اپنی جاہ و عزت کے طالب ہو تو وہ بھی اپنی توہین و رسوائی سے خوشی نہیں حاصل کرتی۔ تم اگر حکومت چاہتے ہو تو وہ بھی غلامی کے لئے خلق نہیں ہوئی۔

یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالاً کثیراً ونساءً واتقوا اللّٰہ الذی تسآءلون بہ والارحام ان اللّٰہ کان علیکم رقیباً. (نساء)

اے انسانو! ڈرو اپنے پروردگار سے جس نے تمہیں ایک نفس واحد سے پیدا کیا۔ اور اس نے اس کا جوڑا پیدا کیا اور پھر ان دونوں سے اتنے سارے مرد اور عورتیں پھیلادیں اور ڈرو اللہ سے جس کے نام سے ایک دوسرے کے مطالبات حقوق کرتے ہو، اللہ سے ڈرو حقوق قرابت (ضائع کرنے) سے بھی یقیناً اللہ تمہارا ہر

حال میں نگراں ہے۔

الفاظ پر غور ہو، سارے انسانوں کی، مرد ہوں یا عورت اصل ایک ہی ہے۔ ایک جوڑے سے مردوں اور عورتوں کی ساری نسلیں چلی ہیں۔ جذبات کی یکسانی کے اظہار کا اس سے بہتر طریقہ اور کیا ہوسکتا تھا۔ پھر حقوق پر صراحت سے ڈرایا ہے۔ اور حقوق قرابت کے لئے غایت اہتمام یہ ہے کہ ان کے ذکر کا عطف خود اپنے ذکر پر کیا ہے اور ارشاد ہوتا ہے۔

ومن آیته ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً. (روم. ع۳)

تمہیں میں سے، تمہاری جنس سے، یہیں سے رد ہوا جاتا ہے ان مذاہب باطلہ کا جنہوں نے مدت تک عورت کو بغیر روح کے مانا۔ ارشاد ہوتا ہے اور اسے بہ طور اپنے نشان قدرت کے پیش فرماتے ہیں کہ عورت تو تمہاری جنس کی چیز ہے۔ تم سے فروتر، پست تر، کوئی دوسری جنس نہیں۔ اس کی آفرینش سے یہ غرض نہیں کہ تم اسے باندی بنا کر رکھو، بلکہ وہ تو اس لئے ہے کہ:۔ لتسکنوا الیها وجعل بینکم مودة ورحمته. تم اس سے تسکین و راحت، سکون خاطر حاصل کرو اور دونوں کے درمیان رشتہ اور تعلق آقائی اور کنیزی کا نہیں، محبت و الفت کا قائم کر دیا گیا ہے۔

الفاظ اس قدر صاف واضح ہیں کہ حاجت نہ کسی تشریح کی، نہ حاشیہ آرائی کی، اصل مقصود زندگیوں کو محبت و اخلاص سے شیریں بنا دینا ہے۔ اور جن لوگوں کی فطرت سلیم ہے وہاں بحمدللہ یہی کیفیت پائی جاتی ہے۔ میاں بیوی ایک دوسرے پر فریفتہ رہتے ہیں۔ لیکن جہاں بدقسمتی سے مذاق فاسد ہو چکے ہیں۔ وہاں کے لئے ارشاد ہوتا ہے۔

فان کرهتمو هن فعسیٰ ان تکرهوا شیئاً ویجعل الله فیه خیراً کثیراً.

اگر تمہیں صورت، سیرت میں کوئی عیب بھی معلوم ہو تو تمہیں کیا خبر، کہ جو شے ناپسند ہو رہی ہو اللہ نے اس میں کوئی بڑی مصلحت، کوئی بڑی منفعت نہ رکھ دی ہو؟ آیت کے اس ٹکڑے کے مراقبہ کے بعد شوہر کے دل میں کچھ کشیدگی بیوی کی طرف سے باقی رہ سکتی ہے؟ حق افسری مرد کو یقیناً حاصل ہے۔

"الرجال قوامون علی النساء." مرد کی فضیلت و برتری بالکل مسلم و برحق، وللرجال علیهن درجته.

لیکن جو افسر ہے وہ اپنے حق کا استعمال کیوں کر کرے؟ اس کا جواب بھی قرآن لانے والے کی زبان سے سنئیے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ صحابی، معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔

استوصوا بالنساء خیراً فانهن خلقن من ضلع فان ذهبت تقیه کسرته وان ترکته لم یزل اعوج فاستوصوا بالنساء خیراً. (صحیح بخاری)

نصیحت قبول کرو، عورتوں کے باب میں نرمی کی، اس لئے کہ ان کی خلقت پسلی سے ہوئی ہے اگر تم اس کو ہموار کرنے کی فکر میں لگ رہے تو اسے توڑ کر رہو گے اور اگر اس کے حال پر اسے رہنے دو گے تو کجی بدستور رہے گی، پس نصیحت قبول کرو عورتوں کے باب میں نرمی کی۔

خیال کر کے دیکھئے کہ عورت کے ساتھ بھلائی اور ملائمت کی تاکید کس درجہ ہے۔ حکم شروع بھی اسی سے ہوا اور ختم بھی اسی پر۔ درمیان میں ارشاد کی حکمت بیان ہوتی ہے۔ ٹیڑھی پسلی کو کوئی سیدھا کرنے کے درپے ہو جائے تو پسلی بھلا سیدھی ہو سکتی ہے؟ البتہ ٹوٹ کر رہ جائے گی۔ لیکن اگر کجی کی طرف سرے سے توجہ نہیں کی جائے گی تو خرابی جوں کی توں رہے گی۔ اس لئے ارشاد ہوتا ہے کہ اصلاح کی کوشش میں لگے رہو۔ لیکن ہمیشہ نرمی اور سہولت سے محبت سے۔

آج عجمیت کے اثر سے، ہندویت کے تسلط سے، فخر اس پر کیا جاتا ہے کہ ہم بیوی سے دبتے نہیں، دبا کر رکھتے ہیں۔ لیکن رسول اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر فخر نہ تھا وہاں بیوی کی حیثیت، ماما اصیل کی، پیش خدمت کی لونڈی باندی کی نہیں، اللہ کی بخشی ہوئی بہترین نعمت کی تھی۔

"عن ابی امامۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یقول مااستفاد المؤمن بعد تقوی اللہ خیرالہ من زوجۃ صالحۃ. (ابن ماجہ)

ابو امامہ رضی اللہ عنہ صحابی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ مؤمن کے لئے تقوی الٰہی کے بعد کوئی نعمت نیک سیرت بیوی سے بڑھ کر نہیں۔

مبارک ہیں وہ نعمت والے جو نعمت کی قدر پہچانیں ایک جگہ اور ارشاد ہوتا ہے۔ کہ اس فانی و ناپائدار دنیا کی نعمتوں میں کوئی نعمت نیک سیرت بیوی سے بڑھ کر نہیں۔

عن عبداللہ بن عمر و ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انما الدنیا متاع ولیس من متاع الدنیا شیئی افضل من المراۃ الصالحتہ (ابن ماجہ)

عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا چند روزہ ہے........ لیکن اس چند روزہ عیش دنیا میں کوئی شے نیک سیرت بیوی سے بڑھ کر نہیں۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم ماننے والے سبق لیں، حیات طیبہ کے ان دو اہم ترین واقعات سے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب اوّل وحی نازل ہوئی تو قلب مبارک پر اس وقت قدرتی بے چینی تھی اس وقت ذات مبارک کو تسکین دینے والی اور رسالت پر سب سے پہلی ایمان لانے والی ہستی، کسی دوست و عزیز کی نہیں، ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی تھی۔ اسی طرح جب روح مبارک کسی دیدار کے لئے بے چین اس جسدِ ظاہری سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو رہی تھی تو عین اس قت سر مبارک کس کے زانوں پر تھا؟ رفیقوں، عزیزوں میں سے کسی مرد کے نہیں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے۔ یہ ہے اسلام میں بیوی کا مقام!

سسرال میں بیوی جو کچھ کھاتی ہے اپنے حق سے، جو کچھ پاتی ہے اپنے حق سے۔ بھک منگی نہیں کہ خیرات سمجھ کر ترس کھا کر دو چار پیسے اس کے آگے ڈال دیئے، سائل گداگر نہیں کہ رات کی باسی روٹی کے ٹکڑے اس کے دامن میں پھینک دیئے۔ علم و حکمت کی اسی کان میں جس کا نام حدیث نبوی ہے۔

عن حکیم بن معاویة عن ابیه ان رجلاً سالَ النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ماحق المراة علی الزوج قال ان یطعمها اذا طعم وان یکسوها اذا اکتسی. (ابن ماجه)

ایک روایت حکیم بن معاویہ کے حوالہ سے آئی ہے کہ ایک شخص نے خدمت نبوی میں آکر عرض کی کہ شوہر پر بیوی کا کیا حق ہے؟ فرمایا کہ شوہر جب خود کھائے تو اسے بھی کھلائے۔ جب خود پہنے تو اسے بھی پہنائے۔ اس کے بعد یہ الفاظ آئے ہیں۔ ویقبح ولا یهجر الافی البیت

اس میں عیب نہ نکالے (یعنی صورت سیرت کو ہجو نہ کرے) اور نہ یہ ہو کہ اسے چھوڑ کر کہیں اور چلا جائے، رکھے بہر حال اسے اسی مکان میں۔ (ابن ماجہ)

ایک دوسری طویل حدیث کے آخر میں اس سے زیادہ تاکید تصریح کے ساتھ آتا ہے۔

الا وحقهن علیکم ان تحسنو الیهن فی کسوتهن وطعامهن. (ترمذی ابن ماجه)

خبردار وہ کہ بیویوں کا حق یہ ہے (لفظ "حق" یاد رہے۔ کوئی رعایت اور احسان نہیں) کہ کھانے اور لباس میں ان کے ساتھ بہتر سے بہتر طریقہ برتو۔

بیوی اپنے شوہر کے گھر میں حاکم و مختار ہوتی ہے۔ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں ایک باب کا مستقل عنوان ہی یہی رکھا ہے۔ المراۃ راعیته بیت زوجھا اور اس کے تحت جو حدیث درج ہے خود اس میں یہ الفاظ موجود ہیں:۔ المراة راعیته علی بیت زوجها . عورت حاکم ہے اپنے شوہر کے گھر پر یہ شاعری نہیں حقائق ہیں۔ انشاء پردازی نہیں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام ہیں۔ رب صل وسلم دائماً ابداً ابدا

اظہار تشکر

میری اہلیہ مرحومہ کے انتقال کے موقع پر جو حضرات نماز جنازہ میں شریک ہوئے، (خصوصاً دور دراز کا سفر کر کے) جن احباب نے تعزیتی مکتوب لکھے، جو مخلصین بذاتِ خود تعزیت کے لئے تشریف لائے اور جن محبین نے اپنی اپنی جگہ دعاء مغفرت اور ایصالِ ثواب کا اہتمام فرمایا، میں ان سب کا شکریہ اداء کرتا ہوں۔ اور اپنے شریک غم تمام احباب کے لئے دعاء گو ہوں اور طالب دعا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو جزاء خیر عطاء فرمائے۔ (آمین)

والسلام علیکم ورحمتہ اللہ

ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری

امیر مجلس احرارِ اسلام پاکستان مہتمم مدرسہ معمورہ۔ دار بنی ہاشم ملتان۔

بناتِ اسلام کا حقیقی زیور

ایک لڑکی نے یہ پوچھا اپنی اماں جان سے
آپ زیور کی کریں تعریف مجھ انجان سے

کون سے زیور ہیں اچھے یہ بتا دیجئے مجھے
اور جو بدزیب ہیں وہ بھی بتادیجے مجھے

تا کہ اچھے اور برے میں مجھ کو بھی ہو امتیاز
اور مجھ پر آپ کی برکت سے کھل جائے یہ راز

یوں کہا ماں نے محبت سے کہ اے بیٹی مری!
گوشِ دل سے بات سن لو زیوروں کی تم ذری

سیم و زر کے زیوروں کو لوگ کہتے ہیں بھلا،
پر نہ میری جان ہونا۔ تم کبھی ان پر فدا

سونے چاندی کی چمک بس دیکھنے کی بات ہے
چار دن کی چاندنی اور پھر اندھیری رات ہے

تم کو لازم ہے کرو مرغوب ایسے زیورات
دین و دنیا کی بھلائی جس سے اے جاں آئے ہاتھ

سر پہ جھومر عقل کا رکھنا تم اے بیٹی مدام!
چلتے ہیں جس کے ذریعہ سے ہی سب انساں کے کام

بالیاں ہوں کان میں اے جانِ گوش ہوش کی
اور نصیحت لاکھ تیرے جھُومکوں میں ہو بھری

اور آویزے نصائح ہوں کہ دل آویز ہوں،
گر کرے ان پر عمل تیرے نصیبے تیز ہوں

کان کے پتّے دیا کرتے ہیں کانوں کو عذاب
کان میں رکھو نصیحت دیں جو اوراقِ کتاب

اور زیور گر گلے کے کچھ تجھے درکار ہوں،
نیکیاں پیاری مری تیرے گلے کا ہار ہوں

قوتِ بازو کا حاصل تجھ کو بازو بند ہو
کامیابی سے سدا تو خرم اور خورسند ہو

ہیں جو سب بازو کے زیور سب کے سب بیکار ہیں
ہمتیں بازو کی اے بیٹی تری درکار ہیں

ہاتھ کے زیور سے پیاری دستکاری خوب ہے
دستکاری وہ ہنر ہے سب کو جو مرغوب ہے

کیا کرو گی اے مری جاں زیورِ خلخال کو
پھینک دینا چاہیئے بیٹی بس اس جنجال کو

سب سے اچھا زیور پاؤں کا زیور، یہ ہے نور بصر
تم رہو ثابت قدم ہر وقت راہِ نیک پر

سیم و زر کا پاؤں میں زیور نہ ہوتو ڈر نہیں!
راستی سے پاؤں پھسلے گر نہ میری جاں کہیں

(بہ شکریہ صدیقی ٹرسٹ، کراچی)

مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی رحمتہ اللہ علیہ

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے استعمال میں اعتدال!

یایھاالذین امنو الاتحرموا طیبات ما احل اللہ لکم ولاتعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین وکلوا مما رزقکم اللہ حلالاً طیباً واتقوا اللہ الذی انتم بہ مؤمنون صدق اللہ العظیم (المائدہ، آیات ۸۷،۸۸)

قرآن عزیز کی یہ آیتیں سورۂ مائدہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ "الیوم اکملت لکم دینکم" کی مشہور آیت جس میں تکمیل دین کا وعدہ ہے اسی سورہ میں ہے (آیت نمبر ۳) متعدد ضروری احکامات و مسائل کے ساتھ اہل کتاب بالخصوص یہود کی بدعہدیوں، حرام خوری اور اس قسم کی باتیں ان آیات سے قبل ذکر کی گئی ہیں۔ اہل کتاب کے دونوں طبقات یہود اور نصاریٰ سے دوستی نہ کرنے کا حکم اسی سورہ میں ہے (آیت نمبر ۵۱) اور جو لوگ اللہ تبارک وتعالیٰ کے کلام کے ساتھ اپنی عملی زندگی میں فیصلے نہیں کرتے۔ ان کے کافر، ظالم اور فاسق ہونے کا الٰہی فتویٰ بھی اسی سورہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے (از آیات ۴۴ تا ۴۷) تاہم قرآن عزیز نے اپنی عادلانہ تعلیم کا بھرپور لحاظ کرتے ہوئے عیسائی بادشاہ نجاشی اور اس کے ان متعلقین کا ذکر بڑی محبت سے کیا ہے جنہوں نے مسلمانوں کی ہجرت حبشہ کے دوران قائد وفد حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی قرآن سن کر نہ صرف اس کی سچائی کا اعتراف کیا بلکہ ان کی آنکھوں سے چھم چھم آنسو بہنے لگے اور انہوں نے بھری مجلس میں یہ بات کہی۔

"اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے۔ لہذا ہم کو بھی تصدیق کرنے والوں کے ساتھ لکھ دیجئے"

(آیت ۸۳)

حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے استاذ گرامی شیخ الہند مولانا محمود حسن (اموی قرشی) دیوبندی قدس سرہ کے نامکمل حواشی کی تکمیل کرتے ہوئے جو جامع اور بصیرت افروز حواشی تحریر فرمائے ان میں صفحہ ۱۵۶، ۱۵۷ کا حاشیہ نمبر ۱ اس سلسلہ میں نہایت درجہ قابل توجہ ہے۔ اس کی رو سے ہجرت حبشہ کے موقع پر جس کا قصہ سیرت کی کتابوں میں تفصیل سے موجود ہے۔ نجاشی ملک حبشہ نے مسلمانوں کے ساتھ نہایت درجہ حسن سلوک کا مظاہرہ کیا اور ہجرت مدینہ کے کئی سال بعد ستر نو مسلم عیسائیوں کا ایک وفد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم، قائدنا الاعظم والاکرم محمد عربی صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی خدمت اقدس میں مدینہ منورہ بھیجا۔ جو آپ کی زبان فیض ترجمان سے قرآن عزیز سن کر اس درجہ متاثر ہوا کہ اپنی آنکھوں پر ضبط نہ کرسکے اور ان کی جذباتی کیفیت آنسوؤں کے ذریعے ظاہر ہونے لگی۔

اس شکل میں ان آیات کا موقع و محل دوسرا قرار پاتا ہے۔ لیکن ہمارا مقصد یہاں رب العزت کے کلام کے اس پہلو کا ذکر کرنا ہے کہ اس نے اختلاف کے باوجود کس طرح اعتدال کی راہ اپنائی۔ واقعات کی مزید تفصیل کتب تفاسیر میں ملاحظہ فرمائی جاسکتی ہے، اس سے غرض نہیں۔ محض اگلی آیات پر گفتگو کے لئے بطور تمہید یہ گذارشات سامنے آئیں۔

سورہ مبارکہ کے اس سرسری مطالعہ کے بعد اب ان آیات کو دیکھیں اور سب سے پہلے ان کے ترجمہ پر غور فرمائیں۔

ترجمہ: "اے ایمان والو! جو چیزیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں۔ ان میں سے لذیذ اور مرغوب طبع چیزوں کو حرام نہ کرلیا کرو۔ اور شرعی حدود سے تجاوز نہ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ حد سے آگے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تم کو دیا ہے۔ اس میں سے جو حلال و مرغوب ہو وہ کھاؤ اور اس اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔" (مائدہ آیت ۸۷، ۸۸)

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ حضور نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے پہلے جتنے انبیاء علیہم السلام دنیا میں آئے ان کی دعوت و تبلیغ کا میدان بڑا مختصر اور وقت بھی تھوڑا تھا۔ اسی طرح ان پر نازل ہونے والی کتابوں کا حال تھا کہ وہ مخصوص زمان ومکان کی پابند تھیں۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کائنات انسانی کے لئے رسول و امام بن کر آئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی بھی پوری دنیا کے لئے ہدایت کا سامان لے کر اتری۔ مکان کے ساتھ ساتھ زمان کا یہ عالم ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو باقی رکھنا ہے۔ قرآن اور صاحب قرآن ہی کا سکہ چلے گا۔ اس لئے ضروری تھا کہ اس کی تعلیم نہایت درجہ جامع، معتدل، فطری اور انسانی ترقیات کے لئے پوری طرح مشعلِ راہ ہو۔ چنانچہ قرآن کے بدترین دشمن بھی اس حقیقت سے اعراض نہیں کرسکتے کہ قرآن مجید میں یہ خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہیں۔

نزول قرآن کے وقت مکہ معظمہ کی جو آبادی اس کے مدّمقابل اور حریف تھی۔ اس کے متعلق خود قرآن کہتا ہے کہ وہ آسمانی ہدایت سے محروم تھی۔ اس کے پاس اب تک کوئی نبی نہ آیا تھا۔ (السجدہ آیت ۳ وغیرہ) ان لوگوں کے مزاج میں بڑائی کا جو تصور تھا اور قیادت و سیادت کے جو ارمان مچلتے رہتے تھے۔ دیکھیں (الزخرف، آیت نمبر ۳۱) جس میں انہوں نے کہا کہ یہ قرآن مکہ اور طائف کے کسی بڑے آدمی پر نازل کیوں نہ ہوا۔ اس کے سبب انہوں نے نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم اور کتاب الٰہی کی بھرپور مخالفت کی۔ سالہا سال کی رسومات شرک اور آباؤ اجداد کے موروثی طریقے ان کے لئے چھوڑنا بڑے مشکل تھے۔ لیکن جوں جوں ان میں سے کسی کو بات سمجھ آتی گئی۔ وہ اسلام کا خادم اور مبلغ بنتا گیا اور جتنی دورِ جاہلیت میں مخالفت کی تھی۔ اس سے کہیں زیادہ دور اسلام میں خدمت کرکے اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کیا۔ ایسے ہی خوش قسمت لوگوں کے لئے نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ خیارکم فی الجاھلیۃ، خیارکم فی الاسلام

کہ جاہلیت کے دور میں جن لوگوں کو جو معاشرتی مقام حاصل تھا قبولِ اسلام کے بعد بھی وہ باقی رہے گا۔ چنانچہ خانہ کعبہ کی چابی اسے ہی دی گئی جس کے پاس پہلے تھی۔ حضرت ابو سفیان اور ان کا گھرانہ قبول اسلام سے قبل اپنا ایک خاص مقام رکھتا تھا تو اب بھی انہیں وہ مقام حاصل رہا۔ حتّٰی کہ فتح مکہ کے بعد مکہ معظمہ ہی نہیں قرب و جوار تک میں مخالفت اسلام کی آندھی رک گئی اور لوگ جماعت در جماعت حلقہ بگوش اسلام ہو کر ایسے مطیع و منقاد ہو گئے کہ چشم فلک نے ایسی اطاعت و فرمانبرداری پھر نہ دیکھی۔ لیکن مدینہ طیبہ کی ہجرت کے بعد جن لوگوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ پڑا وہ یہود تھے۔ جن کے دامن پر کئی انبیاء علیہم السلام کا خون مقدس تھا۔ جنھوں نے سیدنا مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ سیدنا مریم طاہرہ پر تہمت تراشی تھی (النساء آیات ۱۰۰ تا ۱۰۶) یہ قوم بزعم خویش اولاد انبیاء ہی نہیں ابناء اللہ واحباء کی دعویدار تھی (المائدہ آیت نمبر ۱۸، اس میں یہود کے ساتھ نصاریٰ کا بھی یہی دعویٰ ہے) نبوت و رسالت کو موروثی چیز سمجھنے کے سبب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بدترین دشمن تھی۔ ہدایت و نجات کو اپنے گھر کی لونڈی قرار دے کر باقی سب کو غیر ناجی سمجھتی (البقرہ آیت ۱۱۱، ۱۳۵) پھر اپنی سازشی طبیعت سے اس نے مدینہ منورہ میں اپنا سیاسی اور معاشرتی دبدبہ قائم کر رکھا تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن عزیز کے ذریعہ ان کے غرور کو توڑا۔ حُبّ جاہ اور حُبّ مال کی جو بیماری ان میں سرایت کر چکی تھی ان کی نشان دہی کی۔ ان کے جرائم کی پوری فہرست انسانی معاشرہ کے علم میں لائی گئی اور نبیوں کی اولاد کے حوالہ سے انھوں نے جو عمارت تعمیر کر رکھی تھی ان کی بنیادیں ہلادیں۔ قرآن نے بتایا کہ یہ قوم مردود و مغضوب ہے۔ لذات و شہوات دنیا اور حرام خوری اس کا سب سے بڑا امتیاز ہے۔ اس سلسلہ میں یہ آیات الٰہی کا سودا کرنے اور عدالتی نظام کو رشوت کے ذریعہ داغدار کرنے سے بھی نہیں چوکتی۔ رہ گیا اہل کتاب کا دوسرا طبقہ عیسائی۔ تو گو وہ مدینہ طیبہ میں نہ تھے۔ تاہم نجران سے چل کر وہ یہاں آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی۔ اور کٹ حجتی کا بھرپور مظاہرہ کیا (تفصیل سورہ آل عمران میں ہے) اللہ تبارک وتعالیٰ نے بتایا کہ یہود...... حرام خوری، لذت و شہوات میں انہماک کے سبب دین میں تفریط کا باعث بنے ہیں تو نصاریٰ دین میں غلو، عقیدت مندی میں بے جا نظریات اور رہبانیت جیسی بیماریوں کا شکار ہو گئے۔ سچ یہ ہے کہ رہبانیت، دینداری اور روحانیت کا ایسا ہیضہ ہے جو روحانی نظام کو اس طرح تلپٹ کر دیتا ہے۔ جس طرح ہیضہ جسمانی سسٹم کو اتھل پتھل کر دیتا ہے..... اس مقام پر سورہ حدید کی آیت ۲۷ سامنے رکھیں جس میں اللہ رب العزت نے فرمایا "کہ ان لوگوں، نے بالخصوص نصاریٰ نے انعامات خداوندی سے کنارہ کشی اختیار کر کے ایک نئی بات دین میں نکال لی (بدعت اسی کا نام ہے) ہم نے اس کا انہیں حکم نہ دیا تھا۔ انھوں نے یہ کام اس غرض سے کیا کہ رب العزت کی خوشنودی حاصل ہو لیکن اسے بھی صحیح طور پر نہ نبھا سکے (اور کیسے نبھا سکتے ہیں۔ جب ایک چیز اپنی مرضی سے جاری کر لی جائے تو معاملہ خراب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ صحیح دین و شریعت پر چلائے) اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ ترک دنیا، تجرد کی زندگی قانون قدرت کے راستہ میں حائل ہے۔ اس کا انجام و

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ اللہ رب العزت کی حلال کردہ چیزوں کو خواہی نخواہی اپنے اوپر حرام کر کے بیٹھ جاتے ہیں اور ظاہر ہے یہ بات کسی طوز پسند نہیں کی جا سکتی۔ حلال و حرام کا شعبہ صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ کسی دوسرے کو اس میں مجال دخل اندازی نہیں۔ لیکن روحانیت اور دینداری کے جھوٹے زعم اور تصوف و طریقت کے خود ساختہ طور طریقوں کی غرض سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمتوں سے اعراض اور ان سے کنارہ کشی ایسا سنگین جرم ہے جو معاف نہیں کیا جاسکتا۔ پھر اس کا ردِ عمل بھی ایک وقت میں اس طرح سامنے آتا ہے کہ کچھ لوگ آگے بڑھ کر حرام کو حلال کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور حرام چیزیں ان کی زندگی کا لازمہ بن جاتی ہیں۔ حرام اور باطل کے معاملہ میں یہ نرم گوشہ ردِ عمل ہوتا ہے۔ اس نام نہاد زاہدانہ زندگی کا جو عیسائی دنیا میں رہبانیت کے حوالہ سے مشہور ہے۔ اور جس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ حدید کے آخر میں سخت نکتہ چینی کی اور اسے بدعت و تحریف فی الدین سے یاد کیا اور جس کے متعلق رسول محترم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ اس کا اسلام میں کوئی مقام نہیں لارھبانیۃ فی الاسلام۔ ایک خادم قرآن کے بقول:۔

ان آیتوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کو صاف صاف اس سے روک دیا کہ وہ کسی لذیذ، حلال و طیب چیز کو اپنے اوپر عقیدۃً یا عملاً حرام ٹھہرالیں نہ صرف یہ ہی بلکہ ان کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی پیدا کی ہوئی حلال و طیب نعمتوں سے متمتع ہونے کی ترغیب دی لیکن اس میں بھی دو باتوں کی طرف خصوصی توجہ دلائی۔

ایک تو ''اعتداء'' سے روکا۔ جس کا مفہوم یہ ہو سکتا ہے کہ حلال کے ساتھ حرام کا معاملہ کرنے لگیں اور نصرانیوں کی طرح ان سے اجتناب برتنے لگیں اور یہ بھی اس کا مفہوم ہو سکتا ہے کہ حلال میں اس طرح منہمک ہو جائیں کہ بس خورد نوش اور جسمانی لذت و آرائش ہی کو یہود کی طرح مطمح نظر بنالیں بلکہ اس کے بین بین اعتدال کا راستہ اس طرح اختیار کریں کہ کسی حلال سے اجتناب نہ کریں۔ لیکن اس کا استعمال بقدر ضرورت کریں۔

اور دوسری بات ان آیات میں تقویٰ کی فرمائی۔ جس کا مفہوم ہے کہ اپنی پوری زندگی کو منشائے الٰہی کے مطابق گزارنا اور بقول حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

''اس طرح شاہراہ حیات پر سفر کرنا کہ اس کا قلب اور روح منکرات و فواحش اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانیوں کے کانٹوں سے زخمی و مجروح نہ ہونے پائے بلکہ انسان اپنے قلب و نظر کی اس طرح حفاظت کرے جس طرح جسم کی حفاظت کرتا اور اسے ہر حادثہ سے بچانے کی سعی کرتا ہے۔''

ان دو اصولوں کا لحاظ ہو گا تو ان شاء اللہ نعمت سے صحیح طور پر استفادہ ممکن ہو گا اور اسی پر صحیح نتائج مرتب ہوں گے۔ رب العزت ہمیں ہدایت کی نعمت سے نوازے۔ آمین۔

مولانا اخلاق حسین قاسمی ، دہلی . انڈیا

مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ

پہاڑ گنج کے قریب پنچکوئیاں روڈ پر عہد عالمگیری کے ایک عظیم بزرگ حضرت سید حسن رسول نماء کا مزار ہے۔ اس مزار پر عرس کے موقع پر دلّی کے تمام زنانے اور ہیجڑے بھی جمع ہوتے تھے اور اس کے بارے میں یہ حکایت مشہور تھی کہ ایک روز دلی کے زنانوں نے سیّد حسن صاحب کے ساتھ دل لگی کرنے کا پروگرام بنایا اور ایک مسہری پر زندہ ہیجڑے کو لٹا کر مردے کی طرح ان کے پاس لے گئے اور کہا کہ اس کی نماز پڑھا دو۔ سید صاحب نے کہا کے مردے کی نماز پڑھاؤں یا زندہ کی؟ زنانوں نے کہا کہ مردے کی۔ سید صاحب نے اس پر جنازہ کی نماز پڑھادی۔ زنانوں نے مسہری کے اوپر سے کپڑا ہٹایا تو یہ دیکھا کہ وہ زنانہ واقعی مردہ پڑا تھا۔

اس کرامت کی وجہ سے زنانے ہر عرس میں شریک ہوتے تھے، اب وہ صورت نہیں رہی۔

ایک دفعہ پہاڑ گنج میں مجلس احرار کی کانفرنس تھی۔ تقسیم کے پہلے کی بات ہے، مجلس احرار کے رہنما محلہ سنگتراشان میں ٹھہرے ہوئے تھے، ان میں مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری بھی تھے

حافظ عبدالعزیز نے کہا، شاہ جی! ہمارے قریب اتنے بڑے بزرگ کا مزار ہے اور ان کے عرس میں زنانے جمع ہوتے ہیں اور بڑی بے ہودگی ہوتی ہے۔

علاقے کے لڑکے بالے ان سے چھیڑ خانیاں کرتے ہیں، آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم احرار کے رضاکاروں کے ذریعہ اس بدعت کو ختم کرادیں اور زنانوں کو عرس میں نہ آنے دیں۔

شاہ جی کو رات کی تقریر کا ایک دلچسپ موضوع مل گیا، بولے، اچھا ٹھیکیدار تم مجھے رات کو تقریر سے پہلے اشارہ کر کے یاد دلا دینا۔

رات کو عطاء اللہ شاہ بخاری کو تقریر ہوئی، شہر کے تمام جھگڑالو مسلم لیگی جلسہ کو خرب کرنے کے لئے جمع ہوگئے۔ شاہ جی کو بتادیا گیا۔

شاہ جی نے تقریر شروع کی اور یہاں سے شروع کی کہ۔

"ہمارے ٹھیکیدار صاحب نے دہلی کے مشہور بزرگ کے مزار پر عرس کے موقع پر دلّی کے مردانوں کے ساتھ دلّی کے زنانوں کے جمع ہونے کی شکایت کی ہے۔ پہلے میں ٹھیکیدار صاحب سے نمٹ لوں پھر دوسری باتیں کروں گا۔"

ٹھیکیدار صاحب! دنیا میں تین قسم کے آدمی ہیں جنس ثقیل (مرد) جنس لطیف (عورتیں) جنس کثیف (زنانے ہیجڑے) اس جنس کثیف سے عالمگیر بادشاہ بھی بہت تنگ تھا۔

اس نے ایک دفعہ حکم دیا کہ دلّی سے تمام زنانوں کو نکال دیا جائے ہوسکتا ہے عالمگیر کو یہ اطلاع ملی ہو

کہ دلی کے زنانے سید صاحب کو پریشان کرتے ہیں۔

صبح کو جب عالمگیر قلعہ سے باہر نکلا تو دیکھا کہ شہر کے تمام زنانے قطار باندھے ایک دوسرے کے پیچھے ننگی بنے ہوئے کھڑے ہیں۔

عالمگیر نے آدمی بھیجا کہ یہ کیا حرکت ہے؟

زنانوں نے جواب دیا......، حضور بادشاہ سلامت کا حکم یہ ہے کہ دلی سے نکل جاؤ، ہم کہاں جائیں؟ سارے ملک میں بادشاہ سلامت کی حکومت ہے، اس لئے ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جہاں سے نکلے ہیں، وہیں داخل ہو جائیں۔"

عالمگیر کو ہنسی آ گئی اور زنانوں کو وہاں سے بھگا دیا گیا۔

یہ ٹھیکیدار کہتے ہیں کہ ان زنانوں کو درگاہ پر آنے سے روکا جائے۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ یہ تو کھلے زنانے ہیں اور یہ ہمارے نوجوان، زنانوں کی صورتیں بنا کر اور زنانے بال بنا کر، زنانے کپڑے پہن کر بازاروں میں نکلتے ہیں ان کا کیا علاج سوچا ہے؟

جن کو خدا نے جنس ثقیل بنایا ہو، ڈاڑھی مونچھیں دی ہوں، چوڑا چکلا سینہ دیا ہو، بھاری بھر کم کڑاکے دار آواز دی ہو۔

یہ کہتے ہوئے شاہ جی نے اپنی مونچھوں پر تاؤ دیا، پھر ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرا، پھر کندھے پر احرار کی نشانی کلہاڑی رکھی اور اپنا چوڑا چکلا سینہ ابھارا اور فرمایا۔

"یہ جنس ثقیل اگر جنسِ کثیف بننے لگے تو پھر اس پر میرے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کی پھٹکار پڑے یا نہ پڑے۔ پھر یہ حدیث پاک سنائی۔

لعن اللہ المتشابھین والمتشابھات

خدا کی پھٹکار ہو ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔

شاہ جی جیسا قادر الکلام اور بذلہ سنج بے بدل خطیب کسی مسئلہ پر خطابت کا زور دکھائے اور سامعین پر بے خودی طاری نہ ہو۔؟

شاہ جی نے موضوع کی مناسبت سے ڈاڑھی منڈوں کا جو مذاق اڑایا تو اس کی سیدھی، زد اُن مسلم لیگی نوجوانوں پر پڑی جو جلسہ میں گڑبڑ کرنے آئے تھے۔ یہ طنز سن کر ایک ایک کر کے آہستہ آہستہ یہ لوگ کھسک گئے۔

مولانا احمد سعید صاحب دہلوی بھی اسٹیج پر بیٹھے ہوئے تھے اور شاہ جی سے مولانا کی نوک جھونک ہوتی رہتی تھی۔ شاہ جی جب اپنی مونچھوں پر تاؤ دیکر اپنا سینہ ابھار رہے تھے تو مولانا احمد سعید نے اس وقت پیچھے سے یہ شعر پڑھا۔

وقتِ پیری شباب کی باتیں
ایسی ہیں جیسے خواب کی باتیں

شاہ جی تقریر کے دوران ایکٹنگ بھی کرتے تھے، مولانا کے شعر پر اپنے پٹھے بالوں کو جھٹکا دیا اور پیچھے مڑ کر دیکھا اور برجستہ یہ شعر پڑھا۔

مت ستا ظالم کسی کو، مت کسی کی ہائے لے
دل کے دکھ جانے سے، ناداں عرش بھی ہل جائے ہے

کوئی صاحب یہ کہہ سکتے ہیں کہ میں بے جوڑ باتیں بہت کرتا ہوں، لیکن کیا کروں، میں چاہتا ہوں کہ جن بزرگوں کے اخلاص اور جن کی روحانیت کا مسلمانوں نے پاکستان کے شوق میں اندازہ نہیں لگایا ان کا جتنا تعارف ہوسکے اچھا ہے تا کہ جن لوگوں کے دلوں میں اب تک غبار ہے وہ اپنے سینہ کو صاف کر لیں۔

مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کو مسلم لیگ کا اخبار اللاّان اور وحدت "بخار اللہ شاہ عطائی" لکھتا تھا۔ پاکستان بننے کے بعد پاکستان کے مذہبی قائدین کی جو چاندی ہوئی ہے وہ سب پر عیاں ہے۔ علماء کرام اب کوٹھیوں اور بنگلوں میں ہیں۔ موٹریں دروازوں پر کھڑی ہیں۔ ہوائی جہاز کے ٹکٹ امریکہ کے، لندن کے، سعودی عربیہ اور کویت کے سرہانے رکھے رہتے ہیں۔

شاہ جی کی پیری، مریدی کا دائرہ بھی پنجاب میں وسیع تھا اور پھر مجلس احرار کے جماعتی اثرات بھی تھے اور اب بھی ہیں۔ لیکن اس مردِ درویش نے ساری زندگی ایک چھوٹے سے مکان میں گزار دی۔

(شائع شدہ ہفتہ وار "الیوم" دلّی)

ماہنامہ الفرقان، لکھنؤ کا خاص نمبر بیاد

مفکر اسلام حضرت مولانا محمد منظور نعمانی علیہ الرحمہ

مرتبہ: مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی

*تاریخ ساز شخصیت کی جیتی جاگتی تصویر *ایک صدی کی سراپا جہد و عمل زندگی کی دستاویز *ہم عصروں اور ارادت مندوں کا خراجِ تحسین *خوبصورت یادیں، ایمان افروز باتیں، *فکر نعمانی کی جھلکیاں، حضرت نعمانی کے رشحاتِ قلم *چار رنگا دیدہ زیب ٹائٹل *سفید کاغذ *اعلیٰ طباعت * ۶۷۶ صفحات *قیمت =/۲۲۵ روپے۔ مع محصول ڈاک = منی آرڈر بھیج کر طلب فرمائیں۔

بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان فون: 511961

محترم لطیف الفت(اسلام آباد)

خاموش ہو گیا ہے چمن بولتا ہوا

۱۹۱۲ء کا زمانہ تھا۔ الہلال کی دعوت نے ہندوستان کے مسلمانوں کو ایک پیغام بیداری دیکر خواب غفلت سے جھنجھوڑ ڈالا تھا نیند کے ماتے آنکھیں ملتے ہوئے اٹھے۔ ایک انقلابی انگڑائی لی اور کلکتہ سے بلند ہونے والی صدا پر گوش بَر آواز ہو گئے۔ یہ صدا دلنواز تو تھی لیکن اس کا مکمل ادراک ہر ایک کے بس کا روگ نہ تھا۔ الہلال کی زبان ابوالکلام کی زبان تھی جسے پوری طرح سمجھنا تعلیم یافتہ مسلمانوں کے لئے ہی ممکن تھا۔ وقت اس بات کا تقاضا کررہا تھا کہ اس پیغام کا کوئی ترجمان عوام تک پہنچے جو ابوالکلام کی انشاء پردازانہ عظمت کا صحیح شعور نہ رکھنے کے باعث اس کی روح تک نہ پہنچ سکتے تھے۔

اسی دور میں امرتسر کے نسبتاً چھوٹے شہر سے ایک للکار گونجی۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایک عظیم خطیب کے روپ میں برصغیر کے طول وعرض پر چھا گئی۔ ایک بوریا نشین طالب علم نے یک بیک اپنے غیر معروف سے مدرسے اور ایک معمولی مسجد کی امامت کی حدود سے کروڑوں مسلمانوں کے دلوں کی اقلیم پر حکومت کرنے کی طرف قدم بڑھایا۔ کم وبیش چالیس برس تک قریہ قریہ اور بستی بستی میں آزادی کی پکار بلند کی اور مسلمانوں کے دل میں جذبۂ حریت بیدار کرنے میں کسی بھی واحد شخصیت سے زیادہ اہم کردار ادا کیا۔ پڑھے لکھوں نے سنا تو جھوم جھوم گئے۔ عوام نے سنا تو برستی گولیوں اور چلتی لاٹھیوں کے سامنے سینے تان دیئے۔ انگریزی استعمار کے ماتھے پر شکن نمودار ہوئی اور ہر حریت پسند کی طرح اس شخصیت کو بھی مرحلۂ دارورسن سے روشناس کر گئی اور اس کے بعد یہ سعادت اس کی زندگی کا اہم حصہ بن گئی۔

۹ ربیع الاول ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۱ اگست ۱۹۶۱ء کو یہ للکار جو بجلی کی کڑک اور تلوار کی چمک کے ساتھ ساتھ پھولوں کی صباحت اور شبنم کی لطافت سے عبارت تھی ملتان میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئی اور لاکھوں اشکبار انسانوں نے اسے منوں مٹی کے نیچے دفن کردیا۔

یہ للکار سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی تھی جو بلاشبہ اس صدی کے عظیم خطیب تھے۔ اور جن کی ذات گرامی پر کسی بھی قوم کو فخر ہوتا جو اس نفس پرستی اور خود غرضی کے دور میں ایثار وقربانی، فقرو بے نیازی اور خدا پرستی اور تقویٰ کا ایک ایسا نمونہ تھے، جو عہد نبوی کے مسلمانوں کے کردار کی بازگشت معلوم ہوتا تھا۔ اگر ہندوستان میں جذبۂ حریت اور ناموس رسالت کے محافظین کے ایثار کی تاریخ لکھی جائے تو شاہ جی کا نام نامی سرفہرست آتا ہے۔ اس دور میں کسی مقصد سے لگن اور اس کے لئے تن من دھن کی بازی لگا دینے کا کوئی مکمل نمونہ اگر ہمارے سامنے آتا ہے تو وہ شاہ صاحب ہی کی ذات گرامی ہے۔ ان پر کون سی مصیبت نہیں

آئی اور دنیوی تکالیف کا کون سا ایسا مرحلہ ہے جس میں سے وہ نہ گزرے۔ لیکن کہیں بھی ان کے پائے استقامت میں لغزش نہ پیدا ہوئی۔ نہ فاقہ مستی ان کے لئے باعث رکاوٹ بن سکی اور نہ قید و بند کی صعوبتوں نے انہیں کبھی اپنے مقاصد سے روکنے میں کامیابی حاصل کی۔

یوں تو ہندوستان میں بیسیوں لیڈر گزرے ہیں اور ان میں سے کسی کے مقام سے بھی انکار کرنا غلط ہو گا۔ لیکن یہ سعادت کسی کے حصے میں نہیں آئی کہ کلکتہ سے پشاور اور کشمیر سے راس کماری تک اسے ایک ہی جیسے احترام اور خلوص سے سنا گیا ہو۔ نیز دیہات کے عوام میں آزادی کی لہر دوڑانے میں جو کردار شاہ جی نے ادا کیا ہے اس کا بھی کوئی جواب ہندوستان کے قائدین میں نہیں ملتا۔

شاہ جی حق گوئی کی ایک مثال تھے۔ انہوں نے جس چیز کو درست سمجھا اسے برسر منبر بھی کہا اور پابہ زنجیر ہو کر بھی کہا۔ جب برطانوی سلطنت پر سورج غروب نہ ہوتا تھا انہوں نے انگریزی استعمار کو للکارا۔ یہ وہ دور تھا جب بڑے بڑے لیڈر بھی مکمل آزادی کا نام نہ لیتے تھے۔ دوسری جنگ عظیم کے موقعہ پر انہوں نے اس وقت انگریزوں سے عدم تعاون اور بھرتی نہ دینے کا اعلان کیا جب سوراج اور آزادی کی مالا جپنے والی ایشیا بھر کی عظیم جماعت کانگرس بھی سوچ و بچار میں مبتلا تھی۔

شاہ جی اپنی ذات میں ایک تحریک تھے۔ وہ تنہا اک عوامی تحریک کو جنم دے سکتے تھے۔ ڈوگرہ شاہی کے خلاف تحریک کشمیر اور تحریک تحفظ ختم نبوت ان کی خطابت کا ایک اعجاز ہیں وہ جس مسئلے کو چاہتے عوام کے دل کی آواز بنا سکتے تھے۔ انہیں اس بات پر قدرت حاصل تھی کہ سامعین کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سلب کرلیں۔ وہ اگر اپنے مخاطبین سے چٹانوں سے ٹکرا جانے کو کہتے تو وہ بلاجھجک کر گزرتے۔ بارہا ایسا ہوا کہ جو لوگ گھر سے شاہ جی کا ایک لفظ نہ سننے کی نیت سے آئے، جلسہ میں اپنے جیب و داماں کی آخری متاع شاہ جی پر نثار کر کے گئے۔ ان کی تقریر کی کیفیت الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ وہ پوری جلسہ گاہ کو قرون اولیٰ کے ماحول میں لے جاتے۔ ان کی جادو کردینے والی شخصیت جب اسٹیج پر نمودار ہوتی تو دل خراج عقیدت پیش کرتے اور جب حجازی لہجے میں گھنٹیوں کی سی آواز میں خطبۂ مسنون پڑھتے تو بدترین مخالف بھی موم ہوجاتے اور پھر چند لمحوں میں یہ کیفیت ہوتی کہ

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ سمجھا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

شاہ جی اگر کسی زندہ قوم میں پیدا ہوتے تو ان کے نام پر متعدد ادارے وجود میں آتے اور انکے مجسمے چوراہوں کی زینت بنتے لیکن وہ جس قوم میں پیدا ہوئے وہ لعل و جواہر کو مٹی میں ملادینے والی قوم ہے۔ اس میں جوہر قابل کی شناخت ہے نہ قدر۔ ورنہ وہ جس مقام کے قائد تھے اگر اسے پہچانا جاتا تو وہ اس کیفیت میں زندگی بسر نہ کرتے جس طرح کے شب و روز ان پر بیت گئے۔

باوجود اس بات کے کہ شاہ جی کو وہ مقام جس کے وہ مستحق تھے نہ مل سکا اس بات سے انکار ممکن نہیں کہ شاہ جی جن مقاصد کے لئے برسرِپیکار رہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں۔ آج سے کچھ عرصہ قبل ختم نبوت کے بارے میں نہ ہمارا عوامی شعور بیدار تھا اور نہ ہی اس کی اہمیت واضح تھی لیکن آج اس بنیادی عقیدے کے بارے میں پاکستان کا کوئی مسلمان دغدغے میں نہیں اور جب تک ختم نبوت کا عقیدہ زندہ ہے۔شاہ جی کا نام زندہ ہے۔

ہر گز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

شاہ جی کے خلوص سے ان کے دشمنوں کو بھی انکار ممکن نہیں لیکن ان کے کردار کی عظمت کا سب سے اہم پہلو یہ تھا کہ عوام میں جو مقبولیت اپنے دور میں انہیں نصیب ہوئی اور جس چاہت اور اشتیاق سے عوام نے انہیں سنا اور انکے اشاروں پر جان ومال کی قربانیاں دیں وہ کسی اور لیڈر کو نصیب نہ ہو سکیں۔ اس کے باوجود شاہ صاحب کو غرور و تکبر چھو نہ گیا تھا۔ انہوں نے پیشہ ور سیاستدانوں اور نام نہاد مشائخ وعلماء کی طرح اپنے گردوپیش جاہ وحشم یا استکبار کا کوئی اہتمام نہیں کیا۔ اسکے بالکل برعکس وہ انکسار، تواضع اور حلم کا پیکر تھے۔ ادنٰی رضا کار اور وزیر و امیر قلندر کی بارگاہ میں برابر کا درجہ رکھتے تھے۔ اپنے مرشد حضرت عبدالقادر رائے پوری مدظلہ (۱) کے ارشاد کے بموجب "جب لاکھوں عوام ان کی تقاریر پر سر دھن رہے ہوتے تھے وہ خدا سے دعا مانگ رہے ہوتے کہ پروردگار میرا کوئی ایک لفظ قبول کرلیجیو۔" اسی جذبہ کا نتیجہ تھا کہ ان کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ اثر رکھتا تھا کیونکہ خلوص مقصد میں ڈوبا ہوا ہوتا تھا نہ کہ محض لذت بیان کی خاطر ارشاد ہوتا تھا۔

ان کے سیاسی مقام سے قطع نظر محض زبان کے نقطۂ نظر سے وہ اردو کے سب سے بڑے خطیب ہونے کی بناء پر ہماری دلی عزت کے مستحق ہیں ان کا ماتم پوری قوم کا ماتم ہے۔ اس لئے کہ سیاست دانوں کی صفوں میں وہ آزادی کے عظیم مجاہد اور مسلمانوں کے صف اوّل کے قائدین میں سے تھے۔ مذہبی نقطہ نظر سے وہ ختم نبوت کے شیدائی اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں میں سے تھے۔ شعر و ادب میں ان کے مقام کا اندازہ ان کے مرحوم دوستوں، سالک و پطرس ہی کو ہو سکتا ہے۔ علماء میں ان کا مقام اس سے ظاہر ہے کہ علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے ان کی بیعت کی اور انہیں امیر شریعت کا لقب دیا۔ مختصر یہ کہ

عشق کوئی ہمدرد کہیں مدت میں پیدا کرتا ہے
کوہ رہیں اب نالاں برسوں لیکن اب فرہاد نہیں

---

(۱) حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری تب حیات تھے۔ ان کا انتقال ۱۹۶۲ء میں ہوا۔ لطیف الفت صاحب کا یہ تاثراتی مضمون شاہ جی کے انتقال ۱۹۶۱ء کے بعد روزنامہ امروز لاہور کے خاص نمبر میں شائع ہوا تھا۔(مدیر)

شیخ نسیم الصباح (اوکاڑہ)

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کو ہم سے جدا ہوئے چھتیس ۳۶ سال گزرنے کو ہیں لیکن ان کی باتوں اور یادوں کی تروتازگی اور شگفتگی سے آج بھی ماحول معطر ہے۔ جن لوگوں نے شاہ جی رحمہ اللہ کو قریب سے دیکھا اور سنا ہے وہ اس بات کی شہادت دینگے کہ امیر شریعت ایک سحر انگیز شخصیت تھے۔ جو شخص ایک مرتبہ ان کے قریب گیا وہ انہی کا ہو کر رہ گیا۔ جس نے ایک مرتبہ شاہ جی رحمہ اللہ کو سنا وہ ان کا گرویدہ ہو گیا۔ یہ اُن کے اخلاص ہی کا نتیجہ ہے۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی ذات گرامی بے شمار کمالات، خصوصیات اور محاسن کا مجموعہ تھی آپ شروع میں عوامی مبلغ اور خطیب کی حیثیت سے نمودار ہوئے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے خطابت کے میدان میں ایسے چھائے کہ برصغیر کے سیاسی و دینی حلقوں کے دیرینہ اور کہنہ مشق خطیبوں کی خطابت کے چراغ ان کے سامنے ٹمٹمانے لگے۔ پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ شاہ جی آتش بیانی اور شعلہ نوائی میں بے تاج بادشاہ کی حیثیت سے سامعین کے دلوں پر راج کرنے لگے۔

شاہ جی رحمہ اللہ کی خطابت عشق رسالت صلی اللہ علیہ سلم سے عبارت تھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آتا تو اشک بار ہو جاتے اور جب سیرت بیان کرتے تو قرون اولیٰ کے ورق پلٹ دیتے۔ سننے والا خود کو مکہ اور مدینہ کی گلیوں میں گھومتا ہوا محسوس کرتا۔ قرآن مجید پڑھتے تو یوں محسوس ہوتا کہ آسمان سے نزول ہو رہا ہے۔ میرے پیر و مرشد سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے پاس اصل دولت عشق رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ وہ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اتباع کو ہی دین کہتے تھے۔ شاہ جی رحمہ اللہ نے ساری زندگی عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت و حرمت پر کٹ مرنے کے عہد میں بسر کی اور اسی کا مسلمانوں کو درس دیا۔ شاہ جی رحمہ اللہ سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے وہ علی الاعلان کہا کرتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرنے والی زبان نہ رہے یا سننے والے کان نہ رہیں۔ شاہ جی کا یہی جملہ تھا جس کو سن کر غازی علم الدین شہید نے راجپال کے ناپاک وجود کو ختم کر دیا تھا۔

یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص تعلق اور بے پناہ محبت کا نتیجہ تھا کہ شاہ جی نے ساری زندگی انگریز اور انگریز کے خود کاشتہ پودے کے خلاف جہاد میں بسر کی، شاہ جی نے آزادیٔ وطن کے بعد جس مسئلے کی طرف خصوصی توجہ دی وہ قادیانیت کا محاسبہ اور عقیدۂ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کا تحفظ تھا، قادیانی فتنہ کے خلاف ان کی عصبیت اور نفرت کسی فرقہ وارانہ مقصد یا فساد کے جذبہ کے تحت نہ تھی بلکہ عقیدہ و ایمان کا حصہ تھی۔ علامہ اقبال کے بقول قادیانی اسلام اور وطن دونوں کے غدار ہیں۔ شاہ جی اور اقبال کا مسلک

ایک ہی تھا۔ وہ قادیانیت کو اسلام اور عالم اسلام کے خلاف ایک بڑی سازش اور فتنہ سمجھتے تھے شاہ جی رحمہ اللہ نے سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد کا پوسٹ مارٹم کیا اور مسلمانوں کے سامنے اس کی قلعی کھولی۔ انگریز سرکار کی سرپرستی میں پلنے والی قادیانی جماعت کو للکارا ان کے عقائد و عزائم کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیئے۔ یہ شاہ جی اور ان کے رفقاء احرار کا بہت بڑا کارنامہ تھا۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ نے مجاہدانہ اور سرفروشانہ جذبے کے ساتھ اس فتنہ کے خلاف جہاد جاری رکھا۔ شاہ جی اپنے مشن میں اتنے مخلص تھے کہ اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے انہوں نے تمام مکاتب فکر کے علماء زعماء اور رہنماؤں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا۔ ختم نبوت کی تحریک میں شاہ جی رحمہ اللہ نے مثالی اور یادگار کردار ادا کیا جس کے نقوش رہتی دنیا تک باقی رہیں گے۔

آخر ۲۱/اگست ۱۹۶۱ء کو یہ عظیم المرتبت انسان، لوگوں کے قلوب واذھان کو مسخر کرنے والا خطیب راہی عدم ہوا ان کے جنازے کو دیکھ کر امام ابن تیمیہ کے جنازے کی یاد تازہ ہو گئی۔ ملتان شہر کی وسعت شاہ جی رحمہ اللہ کے عیقدت مندوں اور ماننے والوں کے ہجوم سے تنگی داماں کی شکایت کرنے لگی۔ راقم الحروف اس عظیم الشان جنازہ میں شریک تھا۔ غم زدہ انسانوں کا ایک ہجوم تھا، جس پر درویش بخاری رحمہ اللہ کی میت کی چارپائی تیرتی ہوئی جارہی تھی۔ انہیں سپرد خاک کیا گیا تو ان کے ساتھ ہی ایک صدی کی تاریخ بھی دفن ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت خاص سے حضرت شاہ جی رحمہ اللہ کو جنت الفردوس میں جگہ عطاء فرمائے ان کے درجے بلند کرے اور ان کے فرزندان گرامی کو بھی اپنے عظیم والد مرحوم کی طرح دین حق کی خدمت کرنے کی توفیق عطاء فرمائے (آمین)

رد مرزائیت میں اہم کتاب

کذبات مرزا

تالیف: مولانا عبدالواحد مخدوم

ایک سو جھوٹ اور متعدد جھوٹی پیش گوئیاں (صفحات:380 قیمت: =/200)

بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان فون:511961

سید محمد یونس بخاری

بیاد امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ

وہ بہت ہی سچا تھا

وہ تو حق پرست تھا
جس کے سرخ ہونٹوں پر
رقص کناں حقیقتیں
جس کی ساری گفتگو
عطاء اللٰھی ہوتی تھی
وہ اک رندِ لم یزل
صاحبِ عشق و آگہی
جس کا چلن تھا راستی
وہ بہت ہی سچا تھا
ساٹھ سال پہلے ہی
جس نے کہہ سنائی تھی
اس وطن کی سرگزشت
"پاکستان میں کیا کیا ہوگا"
ماضی حال اور مستقبل
جو کچھ ہم پہ گزرا تھا
ہمیں جس سے گزرنا تھا
گزر رہے ہیں جس سے ہم
وہ اک خون کا دریا
جو اس وقت بہتا تھا
وہ تو اب بھی بہتا ہے
اک انوکھے انگ سے

اک نرالے ڈھنگ سے
آج ہم بچشم خود
کر رہے ہیں نظارا
گریۂ حالات کا
پھر بھی مانتے نہیں
جیسے جانتے نہیں
پر وہ صاحبِ عرفاں
جس کے دل میں موجزن
عشقِ سرورِ جہاں
وہ اک صاحبِ اسرار
بے شک سید الاحرار
اس نے جو کچھ بھی کہا
جو اس کا سندیسہ تھا
اے میرے دیس کے مکیں
وہ بہت ہی سچا تھا

(ملتان، ۱۶/جولائی ۱۹۹۸ء)

(ملک ماہر کرنالی)

بیادِ سید عطاء اللہ شاہ بخاری

شاہ جی میر شریعت، شاہ جی عالی مُقام
شاہ جی پیر طریقت، شاہ جی فخر دوام

شاہ جی کا نامِ نامی باعثِ عز و کرام
شاہ جی کی ذاتِ والا لائقِ صد احترام

وہ شہنشاہِ خطابت، وہ حریت کا امام
سینۂ باطل کے حق میں ایک تیغ بے نیام

وہ فقیرِ راہرِو راہِ بزرگان سلف
وہ صحابہ کا سپاہی وہ محمد کا غلام

ذکر پہ خم جس کے ہوتی ہے عقیدت کی جبیں
ہر کہیں جس کا تہہِ دل سے لیا جاتا ہے نام

جس کا دم احرار کا سرمایۂ صد افتخار
جو غلامی کی شبِ تاریک کا ماہِ تمام

آج بھی نازاں ہے جس پہ سرزمینِ دیوبند
کیا بتائیں اس کی عظمت، کیا کہیں اس کا مقام

کفر کو جس نے نچایا عمر بھر تگنی کا ناچ
جس نے ڈھائے ہیں شبستاں، شرک و بدعت کے مُدام

جس کی ہر للکار نے توڑا فرنگی کا فسوں
جس نے ناممکن بنایا ہند میں اس کا قیام

جس سے ہر دم لرزہ براندام تھی مرزائیت
وہ بخاری جس نے ڈالی آمریت کو لگام

کوئی بن کر تو دکھائے ایسا مردِ سربکف
کوئی چل کر تو دکھائے سوئے مقتل چند گام

کوئی آ کر تو سنائے ایسا قولِ دلنشیں
کوئی لا کر تو دکھائے ایسی تاثیرِ کلام

جس کا ہر فرمان صبحِ نو کی ہے روشن دلیل
ہے نویدِ منزلِ امن و سکوں جس کا پیام

اب کہاں سے ڈھونڈ کر لائے کوئی اس کا جواب
اس خزاں دیدہ چمن کا آ کے جو بدلے نظام

جس کی نسبت سے وطن میں آج ہیں ہم سربلند
ماہر! اس کی روحِ پُر انوار پہ لاکھوں سلام

حکیم محمد اسمٰعیل عاجز(قصور)

سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ

سید زادیا سید دی آل ہیں توں، رہیا چمکدا سدا جمال تیرا
دشمن کنبدا سی تیرا ناں سن کے، واہ واہ رعب سی باکمال تیرا
اُتے دنیا دے مرتبہ پا گیا اے، سادہ لو تے رزق حلال تیرا
دوست دشمن وی ڈھائیں مار اٹھے، ہویا دنیا توں جدوں وصال تیرا
خاطر حق دی ٹھوکراں کھادیاں توں، اُتے حق دے ہویا انجام تیرا
ایتھے چودھویں رات دے چند وانگوں، سارے جگ تے چمکیا نام تیرا
حفاظت ختم نبوت دی مشن تیرا، گزریا سفر اندر صبح شام تیرا
مرن تیک ایہ بھلنا نہیں سانوں، جیہڑا سنیا ایں وعظ کلام تیرا
ساری زندگی عشق دے وچ گزری، اُتے ایس دے رہیا بیان تیرا
ہو کے مست بیہوشی وچ جھوم اُٹھے، جیناں سن لیا بیٹھ قرآن تیرا
کردا دشمن سی حرکتاں لکھ بھاویں، ہویا مول نہ کوئی نقصان تیرا
لکھ لکھ مبارکاں ہون تینوں، ثابت دنیاں توں گیا ایمان تیرا
ہر وقت میں کراں دعا ایہو، راضی تیرے تے رب رحیم ہوسن
عاجز ہوویں نہ حشر دے حشر کولوں، شافعی آپ تیرے نبی کریم ہوسن

آخری قسط

پروفیسرخواجہ ابوالکلام صدیقی

امیرالمؤمنین خلیفۂ بلا فصل رسول

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد سب سے افضل انسان

۲۱.........اگرچہ اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نیابت قابلِ تحسین و صد آفرین ہے مگر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید (پارہ ۱۰، رکوع ۱۲، آیت ۴۰) میں رفاقتِ صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر تو فرمایا ہے مگر نیابت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں فرمایا جس سے اس موقع کی نیابت پر اس موقع کی رفاقت یعنی اس موقع کے نائب پر اس موقع کے رفیق کی فضیلت واضح ہے۔ نیز یہ کہ اس قرآنی ذکر میں آپ، یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضیلت کے متعدد اشارات موجود ہیں مثلاً: (i) ثانی اثنین (دو کا دوسرا) اس میں آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانی کہا گیا ہے اور ثانی وہی ہو سکتا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کا مکمل عکس پایا جاتا ہو۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں آپ سے کوئی اور افضل کیسے ہو سکتا ہے؟ جب آپ کی موجودگی میں کوئی اور افضل نہیں تو پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مزاج شناسِ نبوت جماعت آپ کی بجائے کسی اور کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ کیسے قبول کر سکتی تھی؟ یہی وہ دلیل ہے جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اوّلین خلیفہ کے انتخاب کے وقت پیش فرمایا جس پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بلاچون وچرا آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی (تفسیر قرطبی جلد ۸ صفحہ ۷۴ آیت مذکورہ) (ii) اذھما فی الغار (جب وہ دونوں غار میں تھے) اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی خصوصی رفاقت کا اظہار کیا گیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "اے ابوبکر! تو غار میں میرا ساتھی تھا اور حوض (یعنی حوضِ کوثر) پر بھی میرا ساتھی ہوگا (مشکوٰۃ باب مناقب ابی بکر رضی اللہ عنہ الفصل الثانی) (iii) اذیقول لصاحبہ (جب وہ، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابی یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرما رہے تھے) اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صاحب یعنی صحابی کہا گیا ہے آپ واحد صحابی ہیں جنہیں قرآن مجید میں شخصی تعین کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی کہا گیا ہے، اس لئے حضرات علماء کے نزدیک آپ کی صحابیت کا انکار خبر تواتر اور اجماع کے انکار کے علاوہ قرآنی خبر کے انکار کی وجہ سے بھی کفر ہے۔ گویا کہ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فرداً فرداً صحابی ہونا خبر تواتر یا اجماع سے ثابت ہے ان میں کسی ایک کی صحابیت کا انکار ایک یا دو وجہ سے کفر ہے مگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار (قرآنی خبر، خبر تواتر، اور اجماع) تینوں لحاظ سے کفر ہے اور اس شرف میں آپ کے ساتھ اور کوئی صحابی شریک نہیں (iv) لا تحزن (تو غم نہ کھا)

غار میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غمگین ہونا اپنی ذات کی وجہ سے نہ تھا۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں تھا۔ اگر انہیں اپنی جان کا ڈر ہوتا تو پھر غم نہ کر، کی بجائے لا تخف (تو نہ ڈر) ہوتا اور اگر بالفرض یہ سمجھ لیا جائے کہ اس وقت آپ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے خود اپنی جان کا خوف طاری تھا تو پھر بھی ان کا کامل الایمان اور اشاعت اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی رفیق اور مفید ترین معاون ہونا ثابت ہے۔ وگرنہ کفار کو اس کے علاوہ آپ سے اور کیا دشمنی ہو سکتی تھی؟ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے فرد یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بجائے آپ کی جان کے درپے ہوں اور اگر کفارِ مکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جان کے بھی اسی طرح دشمن ہوتے جس طرح ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جان کے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں قطعاً پیچھے چھوڑ کر نہ جاتے (۷) ان اللّٰہ معنا (بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو یہ فرمایا کہ اللہ میرے ساتھ ہے اور نہ ہی علیحدہ علیحدہ میرے ساتھ ہے اور تیرے ساتھ ہے۔ فرمایا بلکہ دونوں کو ملا کر یکجا (معنا) ہمارے ساتھ فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا ویسے ہی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، دوسرے یہ کہ اللہ کی معیّت، نصرت و حمایت جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دائمی ہے، ایسے ہی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے بھی دائمی ہے، تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی معیّت ایمان، صبر، تقویٰ وغیرہ صفات میں سے کسی صفت کے ساتھ مشروط فرمائی ہے مگر یہاں کسی صفت یا شرط کے بغیر بیان فرمائی ہے جس سے معلوم ہوا کہ آپ کی ذات صفات نبوت کا عکس ہے۔ یعنی آپ میں وہ تمام صفات موجود ہیں جن میں سے ہر صفت اللہ تعالیٰ کی معیّت کا مستحق بنا دیتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی معیّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح آپ کی کسی صفت کی بجائے آپ کی ذات کے ساتھ ہے اور یہ شرف آپ کے سوا کسی اور غیر نبی کو حاصل نہیں۔

۲۲ .... اگرچہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلاشک وشبہ جنتی ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خصوصیت یا کسی خاص عمل کی وجہ سے بعض افراد کو فرداً فرداً بھی بشارت دی ہے۔ خصوصی خوش خبری پانے والوں میں سب سے زیادہ فضیلت والے وہ دس حضرات ہیں جنہیں فرداً فرداً نام کے ساتھ بیک وقت یہ خوش خبری عطا کی گئی ہے۔ ان عشرہ مبشرہ (خوش خبری دیئے ہوئے دس) میں سر فہرست سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں (مشکوٰۃ باب مناقب العشرہ رضی اللہ عنہم الفصل الثانی) جبکہ باقی نو افراد عمر، عثمان، علی، طلحہ زبیر، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید اور ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم ہیں اور یہ سب کے سب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرنے والوں میں شامل ہیں۔

۲۳ .... ۶ ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی افواہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شہادت کا بدلہ لینے کے لئے حدیبیہ کے مقام پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت لی۔ اس بیعت کو "بیعتِ رضوان" کہتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس بیعت میں شریک ہونے والوں کو سندِ ایمان عطا

فرمانے کے علاوہ اپنی رضا کی خوش خبری سے سرفراز فرمایا (پارہ ۲۶، سورہ الفتح رکوع ۳ آیت ۱۹) نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "غزوۂ بدر میں شریک ہونے والا کوئی ایک شخص بھی ہرگز جہنم میں نہیں جائے گا (فتح الباری جلدے صفحہ ۳۰۵ باب فضل من شھد بدراً) سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نہ صرف دونوں موقعوں پر موجود تھے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست راست اور مشیر خاص بھی تھے۔

۲۴......... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات پر کسی نے اپنی کہنی میرے کندھے پر رکھ کر یوں کہا کہ: "اے عمر! اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے! یقیناً میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھے تیرے دونوں ساتھیوں کے ساتھ رکھے گا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر کام میں اپنے ساتھ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما دونوں کا نام لیتے تھے۔ جب میں نے پیچھے مڑ کر کہنے والے کو دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے (مشکواہ باب مناقب ابی بکر رضی اللہ عنہا الفصل الاول)

۲۵......... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آسمان پر میرے دو وزیر، جبرائیل و میکائیل ہیں اور اہل ارض میں سے میرے دو وزیر، ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) ہیں (ایضاً الفصل الثانی)

۲۶......... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں اعلیٰ درجات والوں کو ادنیٰ درجات والے ایسے دیکھیں گے جیسے تم لوگ آسمان کے کنارے ستارہ چمکتا ہوا دیکھتے ہو۔ ابوبکر و عمر بھی انہی میں ہوں گے اور یہ دونوں کیا ہی خوب ہیں (ایضاً)۔

۲۷......... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) انبیاء کرام علیہم السلام کے سوا تمام پہلے اور پچھلے ادھیڑ عمر اہل جنت کے سردار ہوں گے۔ (ایضاً)

۲۸......... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابوبکر! میری امت میں سے جنت میں جو پہلا شخص داخل ہوگا وہ یقیناً تو ہے (مشکواہ باب مناقب ابی بکر رضی اللہ عنہما الفصل الثانی)

۲۹......... ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی خاص نیکی میں خصوصیت رکھنے والے کو اسی نیکی کے دروازے سے جنت کی طرف بلایا جائے گا، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جسے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، میں امید کرتا ہوں کہ تو انہیں میں سے ہوگا (صحیح بخاری، ابواب، فضل ابی بکر رضی اللہ عنہ)

۳۰......... خلیل اس دوست کو کہتے ہیں جس کے دل میں بنیادی اور اصل محبت صرف اور صرف اپنے دوست کی ہو باقی ہر ایک سے محبت اپنے دوست سے محبت کی وجہ سے ہو، حضرت ابراہیم علیہ السلام سب کو چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں خلیل کا لقب عطا فرما دیا۔ ہمارے نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیل بھی ہیں اور حبیب بھی (یعنی ایسا محبوب جس سے محبت کبھی کم نہ ہو)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں کوئی خلیل بناتا تو میں ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن وہ میرے بھائی اور میرے صاحب (یعنی صحابی) ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھی (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا خلیل بنایا ہے۔ (مشکواہ باب مناقب ابی بکر رضی اللہ عنہ الفصل الاوّل)

۳۱.......... حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کو انسانوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ (رضی اللہ عنہا) میں نے عرض کیا مردوں میں؟ فرمایا: **ابوھا** اس کا باپ۔ یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (ایضاً)

۳۲.......... حضرت عمر رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان اور ان کے دل پر حق رکھ دیا ہے (ایضاً باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ الفصل الثانی) فرماتے ہیں کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہمارے سردار ہیں، ہم میں سب سے بہتر ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم میں سے سب سے زیادہ پیارے تھے (ایضاً باب مناقب ابی بکر رضی اللہ عنہ الفصل الثانی)

۳۳.......... محمد بن حنفیہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محترم یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ (ایضاً الفصل الاوّل)

۳۴.......... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ: مجھے معلوم نہیں کہ میں تمہارے درمیان بقایا کتنا عرصہ رہوں گا، پس تم میرے بعد دو شخصوں یعنی ابوبکر (اور پھر) عمر (رضی اللہ عنہما) کی پیروی کرنا (ایضاً باب مناقب ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما الفصل الثانی)

۳۵.......... جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ایک خاتون خدمت اقدس میں حاضر ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پھر آنے کا فرمایا۔ اس نے کہا کہ اگر میں دوبارہ آنے پر آپ کو نہ پاؤں تو پھر؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: پھر تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس چلی جانا (ایضاً باب مناقب ابی بکر رضی اللہ عنہ الفصل الاوّل)

۳۶.......... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی علالت میں فرمایا کہ "تو اپنے والد (ابوبکر) اور بھائی (عبدالرحمن) کو بلا، تاکہ میں ایک تحریر لکھوا دوں، کیونکہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا نہ کر بیٹھے مگر اللہ تعالیٰ اور ایمان والے ابوبکر کے سوا کسی اور کو قبول کرنے سے انکار کر دیں گے (ایضاً)

۳۷.......... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی علالت میں وفات سے چار دن پہلے بروز جمعرات نماز ظہر میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز شروع کی اور پھر خود اسی انداز سے امامت فرمائی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور باقی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ابوبکر کی اقتداء کر رہے تھے، نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری خطبہ ارشاد فرمایا اس میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے

فرمایا: رفاقت اور مال کے لحاظ سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کا ہے (بخاری ابواب مناقب ابی بکر رضی اللہ عنہ) جس کسی نے بھی ہم سے احسان کیا ہم نے اس کا بدلہ اتار دیا۔ سوائے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے۔ پس ان کو خود اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بدلہ عطا فرمائے گا، مجھے کسی کے مال نے اتنا فائدہ نہیں دیا جتنا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے مال نے دیا (مشکوٰہ باب مناقب ابی بکر رضی اللہ عنہ) الفصل الثانی) مسجد (نبوی) میں ابوبکر کی کھڑکی کے سوا کسی کھڑکی کو ہرگز باقی نہ رکھا جائے (ایضاً الفصل الاوّل)

۳۸.........رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۹ ھ میں اپنی جگہ آپ کو امیر حج بنا کر بھیجا اور پھر آپ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ کا مامور یعنی ماتحت بنا کر روانہ کیا (سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جلد ۳ صفحہ ۱۰۰) جس میں یہ اشارہ صاف موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی کے باوجود خلافت و نیابت کا حق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔

۳۹.........رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ: وہ لوگ جن میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) موجود ہوں ان کے لئے مناسب نہیں کہ وہ ان کے سوا کسی اور کو اپنا امام بنائیں (مشکوٰۃ باب مناقب ابی بکر رضی اللہ عنہ الفصل الثانی)

۴۰.........خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی علالت میں اپنی جگہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مسجد نبوی کا امام مقرر فرمایا اور آپ نے جمعرات کی نماز ظہر سے سوموار (یوم وفات) کی صبح تک بیس نمازوں میں امامت فرمائی۔ ان میں سے جمعرات کی ظہر کی نماز نائب امام کے طور پر اور باقی انیس نمازیں اصل امام کے طور پر پڑھائیں۔

۴۱.........حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نماز پڑھانے کے لئے آگے کیا، میں حاضر تھا، غائب نہ تھا، صحت مند تھا، بیمار نہ تھا، اگر مجھے آگے کھڑا کرنا چاہتے تو کر دیتے، اس لئے ہم نے اپنی دنیا یعنی خلافت و امارت کے لئے اس شخص کو پسند کر لیا جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین (یعنی نماز کی امامت) کے لئے پسند فرمایا (تہذیب الاسماء واللغات از امام نووی صفحہ ۱۸۹، ۱۹۱)

۴۲.........سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفۂ بلافصل ہیں۔ یعنی اوّلین اور متصل خلیفۂ راشد ہیں۔ آپ کی بجائے کسی اور کو خلیفۂ بلافصل کہنا اگر واقعہ کی خبر ہے یعنی یہ بتلانا مقصود ہے کہ عملاً آپ خلیفہ نہیں بنے۔ اور آپ کی بجائے کوئی اور بنا تھا تو یہ ایسا صریح جھوٹ ہے جس کی تائید مسلمان تو مسلمان کوئی غیر مسلم مؤرخ یا بدترین مخالف بھی نہیں کر سکتا، کجا یہ کہ اسے اپنی عبادت کے اعلان کا حصہ بنایا جائے، اگر یہ واقعہ کی خبر کی بجائے خواہش ہے، اوّل تو اس کا وقت گزر چکا ہے، ہم اس فیصلے کے مجاز نہیں۔ اس کا حق حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کو تھا اور انہوں نے آپ کی خلافت پر اجماع کر لیا اور اہل ایمان (بالخصوص اہل ایمان کی مقدس ترین جماعت جس کی اتباع لازم اور نجات

کا واحد ذریعہ ہے) کی اجماعی راہ چھوڑ کر علیحدہ راہ اختیار کرنا اپنے آپ کو جہنم کا مستحق بنانا ہے (پارہ ۵، رکوع ۱۴ آیت ۱۱۵) دوسرے یہ کہ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر تبرا یعنی آپ سے بیزاری کا اظہار ہے جو قرآن و حدیث اور اجماع امت کے مطابق صریح کفر ہے۔

۴۳............ فضائل و عقائد کے علاوہ ظاہری حالات کے لحاظ سے بھی یہ بات واضح ہے کہ ان کے مقابلے میں کسی اور کی خلافت کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ ان کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کرنے والوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر حضرت عمر بن خطاب جن کا لقب فاروق اعظم یعنی حق اور باطل کے درمیان امتیاز کر دینے والوں میں سب سے بڑا ہے اور ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ان کی راہ سے شیطان اپنی راہ الگ کر لیتا ہے۔ (مشکوٰۃ باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ الفصل الاوّل .... نیز فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا........ ایضاً الفصل الثانی) چچا اور ہم زلف حضرت عباس بن عبدالمطلب، بڑے داماد حضرت ابوالعاص بن ربیع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی بیٹی سیدہ زینب کے شوہر اور ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے۔ دوسرے داماد حضرت عثمان بن عفان جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیٹی سیدہ رقیہ اور ان کے انتقال کے بعد سیدہ ام کلثوم کے شوہر بنے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کے نواسے ہونے کی وجہ سے آپ کے بھانجے تھے، حضرت آدم علیہ السلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک صرف ان کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ان کے عقد میں نبی علیہ السلام کی دو بیٹیاں آئیں۔ اس لئے ان کا لقب "ذوالنورین" ہے، یہ تیسرے خلیفۂ راشد تھے ان کے ہاتھ پر حضرت عبدالرحمن بن عوف کے بعد سب سے پہلے بیعت خلافت کرنے والے حضرت علی تھے۔ تیسرے داماد حضرت علی بن ابی طالب (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھی بیٹی سیدہ فاطمہ کے شوہر تھے، چوتھے خلیفۂ راشد ہیں۔ پہلے تین خلفاء کے مشیر و معاون اور نمازوں میں ان کے مقتدی رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زلف اور پھوپھی زاد بھائی حضرت زبیر بن عوام (عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں، ام المؤمنین حضرت خدیجہ کے حقیقی بھتیجے تھے، انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق کے موقع پر اپنے حواری یعنی خصوصی مددگار کا خطاب عطا فرمایا۔ مشکوٰۃ باب مناقب العشرہ رضی اللہ عنہم الفصل الاوّل۔ اور فرمایا: میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔ ایضاً) حضرت سعد بن ابی وقاص (جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم) کے رشتے میں ماموں زاد بھائی ہیں، عشرہ مبشرہ میں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد میں ان سے فرمایا: اے سعد! تیر چلا میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔ ایضاً۔ یہ الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کے علاوہ صرف ان کے لئے استعمال کئے۔ نیز ان کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مستجاب الدعوات ہونے کی دعا فرمائی۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح (جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امین الامت فرمایا۔ ایضاً۔ اور یہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) چار امہات المؤمنین کی نسبت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زلف حضرت طلحہ بن عبیداللہ (جو عشرۂ

مبشرہ میں ہیں، حضرت حسن اور حضرت حسین دونوں کے سسر تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو غزوۂ اُحد میں طلحۃ الخیر، حنین میں طلحۃ الجواد، اور غزوۂ تبوک میں طلحۃ الفیاض فرمایا نیز غزوۂ اُحد کے موقع پر ارشاد فرمایا: جس نے زمین پر چلتا پھرتا شہید دیکھنا ہو وہ ان کو دیکھ لے ایضاً الفصل الثانی) سمیت جملہ اولین و سامعین مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ اور ان سب مایہ ناز اور لائق اتباع مقدس حضرات نے یہ بیعت کسی جبر و اکراہ کے بغیر اپنی رضا سے کی اور آپ کے پورے دورِ خلافت میں کسی تقیہ یعنی منافقت کے بغیر دل و جان سے آپ کی اطاعت اور بھرپور معاونت کی۔

۴۴.........اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا۔اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اسے عقیدۂ توحید کہتے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام اس عیقدے کی یاد دہانی کرانے اور عبادت کا نمونہ پیش کرنے کے لئے دنیا میں تشریف لائے۔ اس سلسلۂ نبوت کا اختتام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا۔

نبوت، داخلی کیفیت یعنی عصمت اور خارجی صورت یعنی وحی نبوت کے امتزاج کا نام ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم ملزوم ہیں۔ جس طرح وحی نبوت کے نزول کے لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اسی طرح صاحب عصمت ہونے کے لحاظ سے بھی آخری معصوم ہیں یعنی جس طرح آپ صلی اللہ علیہ سلم کے بعد کسی کو نبی ماننا یا کسی پر وحی کا نزول ماننا کفر ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو معصوم ماننا بھی کفر ہے۔ کیونکہ یہ بھی دراصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا انکار ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا اور یہ نیابت و خلافت حضرت آدم علیہ السلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو حاصل رہی۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دین کی تکمیل ہوگئی اور نزول احکام کی ضرورت باقی نہ رہی اس لئے سلسلۂ نبوت تو ختم کر دیا گیا مگر کیونکہ عبادت کے عملی نمونے کی ضرورت باقی رہی اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت و نیابت کا سلسلہ شروع فرمایا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ وہی ہو سکتا تھا جو صفات نبوت کی نورانیت سے پوری طرح منور ہو۔ مقام صدیقیت میں سب سے اونچا ہو، لہٰذا اس لحاظ سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بنے۔ جس طرح نبوت، عقیدۂ توحید کی حفاظت کا ذریعہ ہے اسی طرح صدیقیت اور خلافت، نبوت، پیغام نبوت اور مقام نبوت کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں یہ دونوں ذمہ داریاں پوری فرمائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام نبوت کی بنیاد یعنی قرآن مجید کو حفظاً محفوظ فرمانے کا اہتمام فرمایا اور اسے اپنے سامنے مختلف اجزاء کی صورت میں تحریر کرایا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تحریک پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھے گئے قرآنی اجزاء کو یکجا کرایا یعنی ایک وصف میں جمع کرایا۔

۴۵............مقامِ نبوت دو پہلو کے لحاظ سے قابلِ حفاظت ہے۔ اوّل یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت کے باوجود معبودیت و عبودیت یعنی خالق و مخلوق کا فرق قائم رہے۔ دوسرے یہ کہ مدعیان نبوت پنپنے نہ پائیں۔ اوّل الذکر پہلو کے سلسلہ میں آپ کا وہ خطبہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ارشاد فرمایا: تم میں سے جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا پس وہ جان لے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ زندہ ہے اور اس پر کبھی بھی موت طاری نہیں ہوگی اور تم میں سے جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا پس وہ جان لے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے ہیں اور یہ بات تو خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمادی۔

(پارہ ۴ رکوع ۶ آیت ۱۴۴) نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم، مگر اللہ کے ایک رسول ہیں، ان سے پہلے اور بھی رسول گزرے چکے ہیں اگر آپ کا انتقال ہو جائے یا شہید ہو جائیں تو کیا تم (دین اسلام سے) پلٹ جاؤ گے اور جو شخص پلٹ جائے گا وہ اللہ کا ذرہ بھر نقصان بھی نہیں کرے گا.......اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے فرمایا (پارہ ۲۳ رکوع ۱۷ آیت ۳۰) یقیناً آپ پر موت کی کیفیت طاری ہوگی اور یہ سب لوگ بھی مریں گے، اور فرمایا (پارہ ۲۰ رکوع ۱۲ آیت ۸۸) اللہ کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ مزید فرمایا (پارہ ۲۷ رکوع ۱۲ سورہ الرحمٰن آیت ۲۶، ۲۷) تیرے رب ذوالجلال والاکرام کے سوا ہر ایک فنا ہونے والا ہے نیز فرمایا: (پارہ ۴ رکوع ۱۰ آیت ۱۸۴) ہر جاندار موت کا ذائقہ ضرور چکھے گا........(سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جلد ۳ صفحہ ۱۷۵)

مقام نبوت کے دوسرے پہلو یعنی مدعیان نبوت سے حفاظت کے لئے آپ نے اپنے دور کے مدعیان نبوت کے خلاف ان کے خاتمہ تک جہاد فرما کر بعد کی امت کے لئے اس سلسلہ میں ایمانی تقاضوں کو رہنما اصول متعین فرمادیا۔

۴۶............ارتداد کے معنی پھر جانے کے ہیں اور شریعت میں اس سے مراد دین سے پھر جانے کے ہیں جس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اسلام کو کلی طور پر چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کر لیا جائے اور دوسرے یہ کہ دین کی قطعیات میں سے کسی کا انکار کر دیا جائے، ارتداد کی یہ دونوں صورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد ظاہر ہوئیں۔ کچھ نو مسلم قبائل اسلام سے پلٹ گئے اور کچھ نے زکوٰۃ کی ادائیگی روکنے کا اعلان کر دیا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فتنے کی دونوں صورتوں کے خلاف جہاد فرمایا اور کامیابی سے سرفراز ہوئے اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی حفاظت کا ذریعہ بنے۔

۴۷............عقیدۂ توحید کا اجتماعی پہلو معاشرے میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا نفاذ ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام مخلوق کی حاکمیت ہے (وہ "آمریت" کی شکل میں ہو خواہ "جمہوریت" کی شکل میں) مٹا کر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت قائم کرنے کے لئے تشریف لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت نافذ فرمادی اور بیرون عرب کے حاکموں کو بذریعہ خطوط اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کی دعوت دی۔ اللہ

تبارک و تعالیٰ نے آپ کو کامیابی کی نوید عطا فرمائی۔ جس کا عملی آغاز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوّلین خلیفہ راشد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا کہ آپ نے اسلامی فتوحات کی صورت میں قیصر و کسریٰ کی حدود میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کی بنیاد رکھ دی۔ جس کی تکمیل آپ کے جانشینوں کے دور میں ہوئی۔

۴۸..........صدیقیت اور خلافت نبوت و رسالت کے تقاضے پورے فرماتے ہوئے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے تقریباً سوا دو سال بعد ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳ ھ بروز سوموار مغرب و عشا کے درمیان (سوموار ۲۱ تاریخ تھی مگر قمری حساب سے شام ۲۲ کی تھی) وفات پائی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں آرام فرما ہوئے یعنی صاحب نماز تو تھے ہی صاحب مزار بھی ہو گئے گویا کہ اس جگہ دفن ہوئے جو جنت کا ٹکڑا ہی نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کی وجہ سے جنت الفردوس حتیٰ کہ عرش معلّٰی کے لئے بھی قابل رشک ہے۔

۴۹..........رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (قیامت کے وقت) زمین سب سے پہلے میرے لئے پھٹے گی پھر ابوبکر کے لئے اور پھر عمر کے لئے (مشکواۃ باب مناقب ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما الفصل الثانی)

۵۰..........حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما مسجد نبوی میں اس حالت میں تشریف لائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کا ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ میں اور دوسرے کا اپنے بائیں ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا اور فرمایا: قیامت کے روز ہم اسی طرح اٹھائے جائیں گے (ایضاً)

اللھم ارزُقناحُبَّ اَصحابِ النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم وارزقنا اتباعھم باحسان وادخلنا معھم فی جنّت الفردوس . آمین برحمتک یا ارحم الراحمین.

مولانا احمد رضا خان بریلوی پر ناحق الزام

''اگر آپ ہندوستان میں بریلی جائیں تو مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی مسجد میں نہ اذان سے پہلے درود پڑھا جائے گا اور نہ بعد میں۔ نماز کے بعد کلمہ کا ورد بھی نہیں ہو گا اور جمعہ اور میلاد کے موقع پر کھڑے ہو کر درود سلام کی محفل بھی نہیں ہوتی...... دراصل اس معاملے میں حضرت مولانا کو بہت بدنام کیا گیا ہے۔ ان کی احتیاط کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ وہ مزارات پر خواتین کے جانے کے قائل بھی نہیں ہیں۔ مزارات پر جانے کے آداب ان کے نزدیک یہ ہیں کہ قبر سے چار ہاتھ دور کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھی جائے۔ قبر کو بوسہ تو کیا، چھوا بھی نہ جائے۔ قبر پر ایک سے زیادہ غلاف نہ ڈالا جائے۔ لیکن آج کل تو لوگ دور دراز سے ڈھول ڈھمکے کے ساتھ بھنگڑا ڈالتے ہوئے مزاروں پر جاتے ہیں۔ امام احمد رضا کے نزدیک ان کا یہ فعل حرام و ناجائز ہے اور ایسا کرنے والوں پر توبہ فرض ہے۔''

(بحوالہ ماہنامہ ''اشراق'' لاہور، جولائی ۹۸ء)۔

سراج انور

مولانا سمیع اللہ قاسمی (رحمتہ اللہ علیہ)

تقسیم ہند (۱۹۴۷ء) کے بعد...... بھارت میں مجلسِ احرار اسلام کو "احرار خدامِ خلق" کے نام سے زندہ کرنے اور زندہ رکھنے والی زندہ شخصیت کا تذکرہ اور تعارف!......... ایک بھرپور اور توانا شخصیت کا یادگار اور کامیاب خاکہ!

چھوٹا سا اندازاً پانچ فٹ سے کچھ ہی نکلتا ہوا اور درمیانہ قد، گول مٹول جسم، فربہی کی جانب بے تحاشا مائل۔ بھرے بھرے اعضاء کافی بڑی اور پھولی ہوئی توند، جس پر سے پاجامہ بار بار پھسل کر نیچے آنے لگتا تو گھبرا کر دونوں ہاتھوں سے اسے اوپر کھینچتے۔ پاجامے کے ازار بند سے بندھی ہوئی کنجیاں، جن کے وزن کے باعث ازار بند بار بار نیچے گر پڑتا۔ اور لٹکتا رہتا۔ لیکن اس بات کا ذرا سا بھی احساس نہیں کہ عجیب سی مضحکہ خیز حالت ہے۔ ازار بند کی چابیاں زمین کو بوسہ دیتی اور جھنکار پیدا کرتی ہوئی اور گھسٹتی ہوئی، چال میں عجلت اور گھبراہٹ، چلتے وقت جسم کے اوپری حصے کا آگے کی طرف جھکاؤ۔ عجلت میں یہ احساس ہی ختم کہ لاؤ ایک بار پھر سے ازار بند نیفے میں اڑس لیں۔ چال میں اتنی تیزی کہ کشش ثقل بھی کچھ بگاڑنے سے عاری، گھٹا ہوا سر۔ ایک ملی میٹر اونچائی تک کے خشخاشی بال۔ سر پر گاندھی ٹوپی، موٹے کھدر کے گھر کے دھلے ہوئے کپڑے۔ پاجامہ، کرتا اور شیروانی، سب کھدر کی۔ سر نہ زیادہ بڑا نہ چھوٹا۔ درمیانی، دماغ دور بینی، سیاسی داؤ پیچ، ہندوستان کے مستقبل کی فکر، سوجھ بوجھ اور انگریزوں کے لئے نفرت سے بھرپور۔ اگر گردن ہوتی تو شاید اس عظیم سر کا بوجھ نہ سہار سکتی، اس لئے کوتاہ گردن۔ سر کا پورا وزن ناتواں کاندھوں پر پڑا ہوا۔ چہرہ بالکل گول۔ اگر چھوٹی سی پھولی ہوئی ناک پر، پرکار رکھ کر گھمائی جائے تو چہرے کی پوری گولائی کو احاطے میں لے لے۔ تنگ پیشانی، ماتھے پر نماز کا گٹہ۔ تل چانولی داڑھی، مونچھوں پر مشین پھری ہوئی، یعنی قطعی شرعی انداز کی داڑھی مونچھیں، ننھا سا دہانہ۔ پتلے پتلے بھچے ہوئے لب۔ ابھرے ہوئے اور پھولے سے گال، جن کے باعث سنجیدہ حالت میں بھی مسکراتے ہوئے سے لگتے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی چنیاں جیسی آنکھیں جو ہنستے وقت تقریباً بند ہو جاتیں اور مخاطب یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا کہ وہ دیکھ کدھر سے رہے ہیں؟ آواز نہ بھاری نہ مہین، لہجہ میں بیتابی اور عجلت۔ ایک ہی نام کو اس عادت کے باعث بڑی روانی سے بار بار بولنے کی عادت۔ پارہ صفت شخصیت، ادیبوں اور شعراء کے عاشق۔ دکان مثل خانقاہ، جہاں ہر شخص حاضری دینے چلا آرہا ہے۔ یا پھر ایک کبوتر باز کی چھتری، جس پر ہر نسل اور ہر قوم کا کبوتر آکر بیٹھتا ہے اور ہمیشہ کے لئے گردان ہو جاتا۔ غریبوں، مسافروں اور یتیموں کے انتہا درجے کے ہمدرد، ہر ایک کے دکھ درد میں برابر کے شریک، سب سے بڑی سعادت حاصل کہ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے داماد۔ تحریک آزادی

کے ہیرو۔ قید و بند کی صعوبتوں کے عادی اور ہر وقت جیل جانے کے لئے تیار۔ یہ تھے حضرت مولانا سمیع اللہ قاسمی!

مولانا ۱۹۰۷ء میں ضلع ہردوئی کے قصبہ شاہ آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد منشی نسیم اللہ مرحوم ایک سرکاری اسکول میں مدرس تھے۔ مولانا کم عمری ہی میں دینی علوم کی تحصیل کے لئے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور گئے۔ وہاں مولانا اسعد اللہ صاحب کے خاص شاگرد رہے۔ وہاں سے فارغ ہو کر دیوبند آگئے اور ۱۹۴۷ء میں وہاں سے سند فضیلت حاصل کی۔ دارالعلوم میں مولانا کے خاص اساتذہ میں شیخ الہند، حضرت مولانا حسین احمد مدنی، علامہ انور شاہ کشمیری، شیخ الادب مولانا اعزاز علی، حضرت علامہ ابراہیم بلیاوی۔ مفتی عزیز الرحمان اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی مرحوم تھے۔ تحصیل علم کے شوق کی فراوانی کا یہ عالم تھا کہ مولانا نے کرنال جا کر سنسکرت بھی سیکھی۔

مولانا نے کانگریس میں شامل ہو کر حکومت برطانیہ کے خلاف جوش وخروش سے حصہ لیا۔ بیرسٹر آصف علی، چودھری برہم پرکاش، لالہ شام ناتھ، انور دہلوی، عبداللہ فاروقی اور مولانا وحید الدین قاسمی، ان کے معاصرین اور جنگ آزادی کے ہمدوش سپاہیوں میں تھے۔ کانگریس کے علاوہ مولانا مجلس احرار کے بھی سرگرم رکن تھے۔ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی اور مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے زیر قیادت آغا شورش کاشمیری، غلام نبی جانباز، حافظ علی بہادر خاں، چودھری عبدالستار اور حکیم عبدالحفیظ کے ساتھ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تقسیم ملک کے بعد جب احرار پارٹی کی سیاسی حیثیت برقرار نہ رہ سکی تو احرار خدام خلق کی بنیاد ڈالی اور تازیست اس کے صدر رہے۔ سیاسی میدا میں مولانا سمیع اللہ بڑی برق رفتاری سے کام کرتے تھے۔ مخالف پارٹیوں کے جلسوں کو درہم برہم کرنے اور برطانوی سامراج کے خلاف ہینڈبل واشتہار تقسیم کرنے میں بڑے ماہر تھے۔ ایک بار کچھ انگریز مخالف اشتہار تقسیم کرنے کے لئے مولانا کو پشاور بھیجا گیا۔ ان کی انہی آؤٹ ڈور سرگرمیوں کی وجہ سے کانگریس ہائی کمان کی طرف سے مولانا کو یہ ہدایت تھی کہ وہ ایسا کوئی قدم نہ اٹھائیں کہ انہیں جیل جانا پڑے۔ ایک عرصہ تک مولانا اور مولانا امداد اللہ صابری صاحب پر انگریزی حکومت نے یہ پابندی لگائی کہ وہ ٹرام لائن کو پار کر کے جامع مسجد میں نہیں جاسکتے۔ ۲۴ دسمبر ۱۹۴۰ء کو دلی کے چیف منسٹر کے ایک حکم کے مطابق مولانا کو دہلی کی حدود میں نظر بند کر دیا گیا تھا۔ اور ۱۹۴۱ء میں دوسرے آرڈر کے مطابق انہیں ۱۴ مئی بدھ کی دوپہر تک دہلی میں حاضر رہنے حکم دیا گیا تھا۔ مولانا کی سیاسی سوجھ بوجھ اور صلاحیتوں کے باعث ۱۹۳۰ء کے آس پاس پنڈت جواہر لال نہرو نے ایک معقول مشاہرے پر اپنے ساتھ رہ کر کام کرنے کی پیش کش کی تھی جو مولانا نے قبول نہیں کی تھیں۔

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد مولانا جب دہلی آئے تو آپ نے کچھ عرصے تک کتب خانہ رحیمیہ میں کام کیا۔ اور کچھ دن مدرسہ امینیہ اسلامیہ دہلی میں درس دیا۔ مارچ ۱۹۳۷ء میں مولانا نے کتب خانہ عزیزیہ قائم کیا، جس میں کتابوں کے ساتھ ساتھ کھدر کے تھان بھی رکھے۔ انہیں انگریزی لباس اور کپڑے

سے سخت نفرت تھی۔ اسی لئے ہاتھ کا بنا ہوا کھدر دکان میں بڑے فخر کے ساتھ رکھتے تھے۔ اس وقت بازار میں صرف ایک دو دکانیں کتابوں کی تھیں۔ اردو بازار کا نام مچھلی والان تھا۔ مولانا کی کوشش اور ترغیب سے مزید دکانیں کھلیں۔ حضرت خواجہ حسن نظامی اور مولانا سمیع اللہ کی کوششوں سے مچھلی والان کا نام اردو بازر پڑ گیا۔

مولانا کا نکاح ۲۶ جولائی ۱۹۳۰ء مطابق ۲۹ صفر ۱۳۴۹ھ بروز ہفتہ، حضرت مفتی اعظم مولانا محمد کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی صاحبزادی سے ہوا۔ بانی تحریک تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نکاح پڑھایا۔

یہاں میں یہ عرض کردوں میرے والد مرحوم سید جلال الدین بھی مجاہد آزادی تھے۔ تحریک خلافت میں وہ سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب کے ساتھ میانوالی جیل میں رہے۔ میرے والد آصف علی والنٹیئر کور میں کپتان کے عہدے پر فائز تھے۔ ۱۹۴۷ء میں والد مرحوم کی کناٹ پیلس والی دکان لوٹ لی گئی وہ بے سہارا ہو گئے، ان کا دل ٹوٹ گیا اور وہ نقل وطن کر کے بھوپال یا ٹونک جانے کی سوچنے لگے۔ یہ مولانا سمیع اللہ قاسمی ہی تھے جنھوں نے والد مرحوم کو اس اقدام سے باز رکھا۔ انہیں بتایا کہ یہ جامع مسجد اور لال قلعہ تمہارے اجداد کے تعمیر کردہ ہیں۔ یہ تمہیں یاد کریں گے۔ اس کے بعد مولانا نے بڑی تگ ودو کے بعد والد صاحب کو اردو بازار میں ہی دکان دلوائی جو آج تک قائم ہے۔

مولانا کی دکان کتب خانہ عزیزیہ پورے ہندوستان کی سیاسی، سماجی، علمی اور ادبی شخصیتوں کا ایک بے مثال مرکز رہا ہے۔ کتب خانے کے باہر لکڑی کا ایک تخت اور ایک بنچ پڑی ہوئی تھی جس پر ہندوستان کی تقریباً تمام بڑی بڑی شخصیتیں بیٹھ چکی ہیں۔ کوئی شاعر، کوئی ادیب اور کوئی دانشور ایسا نہ ہوگا جسے اس بنچ پر بیٹھنے کی سعادت نصیب نہ ہوئی ہو۔ برصغیر کے مایہ ناز علماء میں سے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب۔ شیخ الحدیث محمد زکریا رئیس المبلغین حضرت مولانا محمد یوسف، اما الہند مولانا ابوالکلام آزاد، سحبان الہند مولانا احمد سعید، مولانا سید ابوالاعلی مودودی، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مولانا محمد منظور نعمانی، حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب، دیوان عنایت حسین صاحب، سجادہ نشین درگاہ اجمیر شریف، مفتی عتیق الرحمان عثمانی، مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمن، حاجی محمد صالح، مولانا سمیع اللہ سے خاص انسیت رکھتے تھے۔ ملک کے ممتاز صحافیوں میں سے حافظ محمد یوسف دہلوی، مولانا عبدالواحد صدیقی، حیات اللہ انصاری، اسحاق علمی کانپوری، خوشتر گرامی، مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی، جمیل مہدی، سلامت علی مہدی، عبداللہ فاروقی، وغیرہ سے مولانا کو گہرا قلبی تعلق رہا تھا۔

ادیبوں شاعروں اور دانشوروں میں سے جن حضرات کو میں نے اپنی آنکھوں سے خانقاہ عزیزیہ کی چوکھٹ کی جبہ سائی کرتے دیکھا ہے۔ ان میں جانشین داغ سراج الدین خاں، سائل دہلوی، وحید الدین بیخود دہلوی، مولانا حسرت موہانی، جگر مراد آبادی، جوش ملیح آبادی، فراق گورکھپوری، ساحرلدھیانوی، مجروح سلطانپوری، احمق پھپھوندوی، شکیل بدایونی، قتیل شفائی، حفیظ جالندھری، ماہر القادری، مولانا انور صابری،

منور لکھنوی، ساحر ہوشیارپوری، روشن صدیقی، ساغر نظامی کنور مہندر سنگھ بیدی سحر، عرش ملسیانی۔ جگن ناتھ آزاد، پنڈت ہری چند اختر، بسمل سعیدی، دھرم پالی گپتا وفا، پنڈت رام کرشن مضطر لگوڑوی، رفعت سروش، سلام مچھلی شہری، نریش کمارشاد، شمیم جے پوری، ہلال سیوہاروی، فنا نظامی کانپوری، نذیر بنارسی، سلیم کھتولوی، عزیزوارثی، بیکل اتساہی، خمار بارہ بنکوی، استاد رسادہلوی، مجاز لکھنوی، کرشن چندر، جوہر دہلوی، گوپال متل، گلزار دہلوی وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے علاوہ دوسرے شعرا اور ادیب بھی گاہے گاہے رونق افروز ہوا کرتے تھے۔ ہندوستان کے ان گنت مشاعروں کی ترتیب اور انتظام یہیں سے ہوا کرتا تھا تقریباً روز ہی دکان میں محفل شعروسخن منعقد ہوتی اور رات گئے تک جمی رہتی۔ جگر مراد آبادی مشاعرے کے علاوہ کہیں بھی غزل نہیں سناتے تھے۔ مگر دہلی میں قیام کے دوران دکان میں رات کے دو بجے تک تازہ کلام سناتے رہتے۔ جو نشست جمتی اس میں مخالف وموافق، ہر مزاج اور ہر ذہن کے لوگ آتے اور یہاں بیٹھ کر باہمی رنجشیں بھول جاتے۔ سیاست اور ادب بھی موضوع گفتگو بنتے۔ نو آموز حضرات اپنی تحریر یا کلام کے کچھ حصے سناتے اور حسب توفیق یا تو داد پاتے یا تنقید کا نشانہ بنتے۔ مولانا کی دکان درحقیقت قومی یک جہتی کا گہوارہ تھی۔ جہاں ہر طبقہ فکر کے لوگ جمع ہوا کرتے تھے۔

۱۹۴۷ء کے بعد جب فرقہ پرستی نے سر ابھارا اور جگہ جگہ بے گناہ انسانوں کی جان ومال کا اتلاف ہونے لگا تو مولانا بہت دل برداشتہ ہوتے تھے اور پولیس ومقامی حکام کی جہاں جہاں جانبداری اور نااہلیت کو دیکھتے تو اپنی حکومت پر سخت سے سخت تنقید کرنے سے بھی نہ چوکتے۔ ہندوستان جب آزاد ممالک کی صف میں کھڑا ہوا اور پنڈت جواہر لال نہرو نے مارشل ٹیٹو اور صدر ناصر کے ساتھ مل کر دنیا کو ناوابستہ تحریک سے روشناس کرایا۔

مولانا بے حد زندہ دل، بذلہ سنج اور خلیق انسان تھے، جب کوئی مصیبت کا مارا مسافر اردو بازار سے گزرتا، تو اسے دستر خوان پر ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے، جب وہ کھانا کھالیتا تو اس سے شہر دلی میں وارد ہونے کی داستان سنتے اور فرماتے "بھائی یہ تو دلی کا مقدر ہے۔ قدیم زمانے سے لے کر اب تک سبھی دلی پر دھاوا بولنے کے لئے چلے آرہے ہیں۔ تم نے بھی یہی کیا ہے۔ اب آئے ہو تو کیا کرو گے، یہ سوچا ہے؟" نووارد کہتا "جناب ملازمت کی تلاش میں آیا ہوں" سوال ہوتا" کوئی ہنر جانتے ہو؟ دلی تو ہنرمندوں کا شہر ہے۔ وہ نفی میں گردن ہلاتا تو کچھ دیر افسوس کرتے رہتے۔ بار بار اس کی صورت دیکھتے اور پھر کوشش کرتے کہ اسے کسی کام پر لگوادیں۔ وہ دعائیں دیتا ہوا جاتا تو اسے روک کر کہتے "میاں میں بھی تو غرض مند ہوں۔ کوئی مفت میں یہ کام تھوڑا ہی کیا ہے۔ میں نے ان دعاؤں کے لئے ہی اتنی محنت کی تھی۔

عموماً ایسا ہوتا کہ دستر خوان بچھانے کی استطاعت ہوتی۔ جیب خالی ہوتی اور کسی مسافر کی مدد کرنی بھی ضروری ہوتی۔ دائیں طرف رکھے ہوئے لکڑی کے بکس کی تلاشی لیتے تو صرف چند اکنیاں پڑی پاتے۔ فوراً کچھ سوچ کر ایک عزم کے ساتھ بے ساختگی سے اٹھتے اور موٹے کھدر کا پاجامہ توند سے نیچے کھسکتا تو گھبرا کر

دونوں ہاتھوں سے نیفے کو اوپر کھینچتے۔ ازار بند زمیں بوس ہوتا رہتا اور وہ اس بات سے بے خبر دکان سے نیچے اتر کر جوتی پہنتے۔ پاجامے کو پھر اوپر کھینچتے۔ اتنی فرصت نہ ہوتی کہ ازار بند کھول کر دوبارہ کس لیں۔ مسافر کو ساتھ لیئے اس انداز سے آگے بڑھتے کہ ایک ہاتھ نیفے کو تھامے ہوئے ہے اور دوسرے سے مسافر کا ہاتھ پکڑ رکھا ہے۔ کھدر کی ٹوپی سر پر بڑھی جمی ہوئی ہے۔ چال عجلت کے باعث ایسی ہو گئی ہے گویا فٹ بال لڑھک رہی ہے۔ اب ایک ایک دکان پر مسافر کو لئے لئے پھرتے ہیں۔ اور لوگوں کو مجبور کر رہے ہیں کہ یہ مسافر ہے اپنے وطن جانا چاہتا ہے۔ چند روپے دو۔ یہ دست سوال ہر دکاندار کی طرف دراز ہوتا رہتا۔ لوگ عادت سے واقف تھے۔ اٹھنی یا روپیہ ضرور دیتے تھے۔ جب تھوڑی بہت رقم جمع ہو جاتی تو سوالی کو دے دیتے اور ہدایت کرتے کہ جاؤ آئندہ جب جیب میں رقم ہو تب دلی کا رخ کرنا۔ کچھ لوگوں کو مولانا کی یہ عادت پسند نہیں تھی۔ وہ زبان سے کچھ نہ کہتے البتہ اعتراض ضرور کرتے تھے۔ ایک دن جب کسی دیہاتی بزرگ کا ہاتھ پکڑ کر وہ میرے پاس آئے تو میں نے دکانداروں کی نمائندگی کرتے ہوئے اعتراض دہرادیا کہ مولانا آخر آپ یہ تکلیف کیوں کرتے ہیں، لوگوں کو خود مانگنے دیجیے۔ مولانا کا جواب ہوتا۔ یہ خود مانگے گا تو کوئی اسے کچھ نہ دے گا۔ یہ بھکاری نہیں، مصیبت کا مارا ہوا ہے، میں اس کے ساتھ اس لئے ہو جاتا ہوں کہ دعائیں اور ثواب ملتا ہے میں یہ ثواب اکیلا ہی کمانا نہیں چاہتا۔ سب کو اس میں شریک کر لیتا ہوں۔''

مولانا کا نعرہ تھا'' چائے پیو یا پلاؤ'' اور یہ بات ہر خاص وعام کے لئے مخصوص ہوتی تھی۔ مولانا کی جیب میں پیسے ہوتے تو وہ خود چائے پلاتے، نہ ہوتے تو دوسروں سے کہا جاتا کہ وہ چائے پلائیں۔ چند پھکڑ شعرا یا ادیب آگئے تو صورت دیکھتے ہی جان گئے کہ چیل کہ گھونسلے میں ماس نہیں ہے۔ چپکے سے ملازم کے کان میں کچھ کہا۔ وہ اٹھ کر چلا گیا۔ اور جلد ہی بڑی سی کیتلی میں چائے اور دس بارہ کپ لے کر آگیا۔ دکان کیا تھی ایک انجمن تھی، ایک دیوان خانہ تھا، اردو ادیبوں کا ایک کلب تھا۔ ادیب دلی کا ہو یا لکھنو کا، حیدر آباد کا ہو یا پاکستان کا۔ یہاں سب کا استقبال ہوتا تھا۔ کاروبار کی فکر نہ مالک کو تھی نہ ملازم کو۔ کوئی شامت کا مارا گاہک آگیا تو آیئے تشریف لایئے، جوتیاں اتار کر اندر آجایئے، کہہ کر اسے بلالیا، چائے کا دور چل رہا ہے تو اسے بھی شامل کر لیا۔ وہ حیرت زدہ کہ کیسی دکان ہے جہاں کتاب خریدنے سے پہلے تواضع ہو رہی ہے۔

مولانا سمیع اللہ بے حد متواضع قسم کے انسان تھے اگر ان کی جیب میں رقم نہ ہوتی تو بعض دفعہ ایسی انوکھی اور عجیب حرکتیں کرتے کہ دیکھنے اور سننے والے دنگ رہ جاتے۔ نیچے چند واقعات لکھ رہا ہوں ۔ اگر مولانا کے بارے میں کچھ بھی نہ لکھا جائے تو یہ واقعات ان کی عادات واطوار کی مکمل عکاسی کرنے کے لئے کافی ہیں۔ دوسروں سے ان کی ہمدردی، محبت اور برتاؤ کی بہترین مثال ہیں۔ واقعات تو لاشمار ہیں۔ پوری باتیں لکھی جائیں تو الگ سے ایک کتاب تیار ہو جائے۔ لہٰذا چند چنیدہ واقعات لکھنے پر ہی اکتفا کر رہا ہوں۔ ان سے مولانا کی شخصیت کا ہر پہلو کھل کر سامنے آجائے گا۔

جوش ملیح آبادی عموماً فجر کی نماز سے پہلے آجایا کرتے۔ پھر بھبکتی ہوئی روٹیوں کے ساتھ نہاری کھائی

جاتی۔ ایک دن جوش صاحب کو نہاری کھلانے کے لئے رقم نہ تھی۔ بے حد پریشان تھے کہ کل جوش آئیں گے تو کیا کھائیں گے۔ رواداری کی حد یہ تھی کہ ایک دن پہلے ہی چند قیمتی کتابیں اصل قیمت سے بھی کم میں فروخت کردیں اور جوش صاحب کی معمول کے مطابق دعوت کی۔ لیکن ایسی دعوت کبھی کبھار مہنگی بھی پڑ جاتی اور دوسروں سے برا بھلا سننا پڑتا۔ مولانا کے مزاج میں چونکہ مزاح کا عنصر بہت زیادہ تھا اس لئے وہ بعض اوقات شرارت کی انتہائی بلندیوں کو بھی پھلانگ جاتے۔ برابر ہی میں شبیر احمد جلد ساز کا کارخانہ تھا، انہیں معدے کی خرابی کی شکایت رہتی تھی۔ کسی نے کہہ دیا ورزش کرو۔ بیچارے پہلے ہی ابھرے بدن کے تھے۔ ایک بار ورزش کر کے ہانپتے آئے تو مولانا کی دکان کے سامنے لڑکھڑا کر گر پڑے۔ مولانا سمجھے انہوں نے شراب پی رکھی ہے۔ لکڑی اٹھائی اور انہیں دھن کر رکھ دیا۔ ساتھ ہی ڈانٹا کہ خبیث داڑھی لگا کر بھی شراب پیتا ہے! حقیقت کا علم ہوا تو بہت شرمندہ ہوئے اور شبیر احمد سے معافی مانگی۔

ان ہی شبیر احمد کی دکان میں ایک کاریگر معین الدین بنگالی رہتا تھا جو بے گھر ہونے کے باعث دکان ہی میں سوتا تھا۔ اگلے دن عید تھی، مولانا کی جیب ہلال عید کے درمیانی حصے کی مانند خالی تھی۔ اور ایک بیوہ کی مدد کرنی بھی ضروری تھی۔ رات کے بارہ بج چکے تھے چاند رات کے باعث سڑک پر رونق تھی۔ مولانا چپکے سے دکان سے اٹھے۔ معین الدین بنگالی کو دیکھا وہ سو رہا تھا۔ آہستہ سے اس کی جیب کی تلاشی لی۔ تیس روپے نکالے اور آ گئے۔ عید کی نماز کے بعد دیکھا معین الدین گالیاں بکتا ہوا جا رہا ہے۔ اس سے پوچھا ارے گالیاں کیوں بک رہے ہو؟ وہ بولا" مولوی شاب، رات کسی شالا نے ہماری جیب سے پیشہ نکال لیا" اس وقت مولانا کی جیب میں رقم آ چکی تھی۔ ہنس کر بولے؟ ارے میاں وہ شالا میں ہی تھا۔ ضرورت تھی تمہیں اپنا سمجھ کر نکال لیئے۔ اب خدا کے واسطے مجھے گالیاں مت دو، یہ اپنے تیس روپئے سنبھالو اور عید مناؤ۔

دوسروں کی جیب سے پیسے نکلوا کر چائے پینا اور پلانا مولانا کی فطرت تھی اور انہیں ایسا کر کے ایک خاص لطف حاصل ہوا کرتا تھا۔ ایک بار سب انسپکٹر آ گیا۔ اس نے اعتراض کیا کہ آپ کی دکان صبح چھ بجے سے رات دو بجے تک کھلی رہتی ہے۔ آپ نے چھٹی کا فارم بھی نہیں لگا رکھا۔ آپ کا چالان ہو گا۔ مولانا اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ بولے، آپ بیٹھ جائیے اور جیب میں سے دو اکنیاں نکالئے۔ انسپکٹر حیرت زدہ کہ نہ جانے اس بات کا کیا مطلب ہے؟۔ وہ مولانا کے اخلاق سے بھی متاثر ہوا تھا۔ اس نے دونی دے دی۔ مولانا نے فوراً چائے منگوائی اور اسے پلائی۔ بعد میں فرمایا۔" میاں ہم قلندر لوگ ہیں۔ صبح سے رات گئے تک آپ لوگوں کی خدمت کے لئے دکان کھولے رکھتے ہیں۔ آپ تشریف لیجائیے اور جب چائے پینے کی خواہش ہو، جیب میں دو اکنیاں ڈال کر یہاں آجائیے۔" انسپکٹر مسکرانے لگا اور ہاتھ ملا کر رخصت ہو گیا۔

کوئی بدمعاش تھا جو جیل سے فرار ہو کر آیا اور بندو پان والے کی دکان پر کھڑا ہو کر پان کھانے لگا۔ پولیس نے آ کر دھر لیا۔ بدمعاش نے چاقو نکال لیا۔ اس پر پولیس اسے گھسیٹتی ہوئی دریا گنج کی طرف لے جانے لگی۔ مولانا کی دکان کے سامنے پہنچا تو اکڑ دکھانے لگا۔ اس پر پولیس نے اسے لٹا کر ڈنڈوں سے مارنا

شروع کیا۔ مولانا یہ ظلم دیکھ کر برداشت نہ کرسکے اور بدمعاش کے اوپر گر کر اسکی ڈھال بن گئے۔ منع کرتے رہے کہ مت مارو اتنی بے دردی سے۔ پولیس نے مداخلت کے جرم میں پکڑلیا۔ علاقے کے لوگوں نے بمشکل چھڑایا۔ جیل جانے کے لئے وہ ہمیشہ تیار رہا کرتے تھے اور اس مقصد کے لئے ایک بستر اور وضو کا لوٹا ہر وقت تیار رکھتے کہ نہ جانے کب جانا پڑ جائے۔

شکیل بدایونی مرحوم سے مولانا کو خاص لگاؤ تھا اور شکیل بھی ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ شکیل کی نظروں میں مولانا کی کیا قدروقیمت اور اہمیت تھی وہ ایک خط سے عیاں ہے جو شکیل بدایونی نے بیس جنوری۱۹۵۸ء کومولانا کو باندرہ بمبئی سے لکھا تھا، وہ لکھتے ہیں:

محب محترم و معظم مولوی صاحب! وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو! میں وہی ہوں آپ کا شکیل بدایونی۔ جسے ایک ہزار میل کی دوری نے شاید آپ کے دل سے فراموش کروادیا ہے۔ آپ کی دکان جوزائرین ادب کے لئے مکہ سے کم نہیں۔ اب تک میرے تخیل کی دیوار پر نقش ہے۔ کیسے کیسے لوگ آئے اور درحضور پر سجدے کر کے چلے گئے۔ ابھی کل ہی کی بات ہے کہ آغا طاہر مرحوم اور احمق پھپھوندوی اسی محبت کو لے کے طواف کرتے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ مگر برا ہوا موت کا جس کو یہ اظہار عقیدت گوارا نہ ہوا۔ اور ان کو وہاں پہنچا دیا جہاں سے ہم کو کوئی ان کی خبر نہیں آتی۔ اقبال مرحوم، مرتبہ، اسلام کی جھلک اگر اپنے اس مصرع میں بیان نہ کرتے

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود وایاز

تو شاید یہی شعر میں آپ کی دکان کی شان میں کہہ ڈالتا۔ میرا خیال ہے کہ اس مصروف اور تیز رفتار زندگی میں اگر مطالعہ کی مہلت نہ مل سکے تو انسان کو چاہیئے کہ کچھ دنوں کتب خانہ عزیزیہ میں صرف تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ آیا کرے۔ مختلف نظریات کے اس سنگم پر کیا نہیں ملتا۔ خدا اسے سلامت رکھے۔ اور آپ کی عمر اتنی دراز ہو کہ چاند سورج کو بھی آپ پر رشک آنے لگے"

ایک بار شکیل اور نابینا مشاعر سے سلیم کھتولوی کسی مشاعرے میں دلی آئے۔ مولانا نے شکیل سے کہا کہ اپنے معیار کا کوئی مشاعرہ سلیم کھتولوی کو دلوادو کیونکہ انہیں اپنی لڑکی کی شادی کرنی ہے۔ شکیل نے اپنے پاس سے پانچ سو(۵۰۰) روپے دیئے۔ مولانا نے پوچھا کہ اگر تمہاری دو لڑکیوں کی شادی ہو تو کیا پانچ سو میں ہو جائے گی۔ شکیل نے ایک ہزار کا چیک کاٹ دیا۔ مولانا نے پھر کہا کہ ایک نابینا شخص کہاں بنک کے چکر کاٹتا پھرے گا۔ یہ سن کر شکیل نے کچھ رقم اپنے پاس سے اور کچھ دوسروں سے لے کر اسی وقت سلیم کھتولوی کو دی۔

دلی میں ایک صاحب ہیں بنارسی لال، انہوں نے حضرت جگر مرادآبادی کا کلام بغیر حقوق کے رقم دیئے چھاپ لیا۔ جگر صاحب نے مولوی صاحب سے شکایت کی اور کہا کہ میں بنارسی لال پر دعویٰ دائر کردوں گا۔ مولانا نے فوراً بنارسی لال کو بلوایا اور کہا کہ یہ جگر صاحب ہیں اور مقدمہ بھی بڑی بے جگری سے لڑتے ہیں۔

یہ نوبت آنے سے پہلے ان کے پیر پکڑلو۔ غرض بنارسی نے پیر پکڑ لئے اور اس طرح حقوق ادا ہوگئے۔

اردو بازار کے کچھ من چلوں نے ایک بار مولانا سے کہا تھا کہ حضرت آپ کی کافی عمر ہو گئی ہے۔ نہ جانے کب بلاوا آجائے اس لئے پہلے ہی سے اپنی وصیت کردیجئے۔ مولانا نے ہنس کر فرمایا تھا۔ ہم ابھی جانے والے نہیں ہیں۔ ہمارے ہاں اسی نوے سال میں جایا کرتے ہیں۔ پھر بھی وصیت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور وہ یہ ہے کہ ہمیشہ مسافروں کی خبر گیری کرو۔ ان کے دکھ درد کو اپنا سمجھو۔ حتی الامکان ان کی مدد کرو اور ان کی جو بھی ضرورت ہو وہ پوری کرو۔ چونکہ مولانا آخری عمر میں ذیابیطس اور اختلاج قلب کے امراض میں مبتلا ہو گئے تھے۔ چنانچہ نوجوانوں کو اپنی وصیت سنانے کے عین نو دن بعد انہوں نے ۶/ اگست ۱۹۶۹ء بروز بدھ رات کے تقریباً آٹھ بجے اپنی محبوب نشست گاہ یعنی کتب خانہ عزیزیہ میں ہی داعی اجل کو لبیک کہا اور جامع مسجد کے شمالی دروازے کے نیچے باغیچی میں رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کے پہلو میں سپرد خاک کئے گئے۔ مولانا کی نماز جنازہ امیر جماعت تبلیغ، مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے پڑھائی۔

ایسے پیارے لوگ، غریبوں کے ایسے ہمدرد، احباب کی قدر اور بزرگوں کا ادب کرنے والے، بڑوں میں بڑے اور نوجوانوں میں نوجوان بن جانے والے، ہر کس و ناکس کے غم خوار اور وضعدار لوگ دلی میں اب کہاں؟ مولانا سمیع اللہ قاسمی کی یاد اب جب بھی آتی ہے تو بے ساختہ میر کے انداز میں سوچنا پڑتا ہے:

وہ صورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں
اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

(از ــــ ''آزادی کے بعد دہلی میں اردو خاکہ'' مرتبہ پروفیسر شمیم حنفی) (ص ۲۳۵ تا ۲۴۶) (اردو اکادمی دہلی)

شہرِ سدوم

تالیف: شفیق مرزا، صفحات: ۱۷۶، قیمت:=/100
مرزا غلام احمد قادیانی سے لے کر مرزا طاہر تک قادیانیوں کے جنسی سکینڈلز، قادیانی مذہب کی حقیقت، چشم کشا، ہوشربا، سنسنی خیز کہانی

بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان فون:511961

شیخ مظہر سعید (ناظم مجلس احرار اسلام اوکاڑہ)

◎ مسلمانوں کی ترقی صرف اتباعِ رسول میں ہی ممکن ہے
◎ اللہ نے اقتدار دیا ہے تو باز پرس بھی کرے گا
◎ نواز شریف نفاذِ اسلام کا وعدہ پورا کریں

مجلس احرار اسلام کے مرکزی رہنما ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المھیمن بخاری ۲۲، جولائی کو اوکاڑہ تشریف لائے۔ بخاری مسجد اوکاڑہ میں بعد نماز عشاء سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان پر جلسہ تھا۔ مولانا غلام محمود انور نے جلسہ کی صدارت کی۔ حضرت پیر جی نے خطبۂ مسنونہ اور آیات قرآنی کی تلاوت کی تو سامعین پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ آپ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آج مسلمان صرف اس لئے زوال کا شکار ہیں کہ مسلمانوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عطاء کی ہوئی تہذیب و ثقافت، تمدن و اخلاق اور نظام حکومت و ریاست کو چھوڑ دیا۔ الٰہی نظام کو چھوڑ کر انسانی نظاموں کی تقلید کی۔ جس کا نتیجہ ہمہ گیر تباہی کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ اسلام دین فطرت ہے اور عقل و بصیرت کے ہر معیار پر پورا اترتا ہے۔ مسلمانوں کی ترقی اور حکومت الٰہیہ کا قیام صرف اتباع رسول میں ہی ممکن ہے۔ ہم اگر آج اس نعمت کو اختیار کرلیں اور یورپ کے کافرانہ نظام کی تقلید چھوڑ دیں تو کامیابی ہمارا ہی مقدر بنے گی۔

حضرت پیر جی مدظلہ نے وزیراعظم نواز شریف کو متنبہ کیا کہ وہ اپنا وعدہ پورا کریں اور اسلامی نظام نافذ کریں۔ اللہ نے انہیں اقتدار اور قوت عطاء کی ہے تو اس کی باز پرس بھی ہو گی۔ وہ اپنے اقتدار کو اسلام کے نفاذ کے لئے وقف کر دیں تو اللہ کی مدد آئے گی اور اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو پھر اپنے سابقہ حکمرانوں کا عبرتناک انجام سامنے رکھیں۔

مجلس احرار اسلام کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد اسحٰق سلیمی، جمعیت علماء اسلام کے رہنما مولانا سید امیر حسین گیلانی۔ مولانا عبیدالرحمن ضیاء مولانا قاری کفایت اللہ۔ مولانا عنایت اللہ سالک، اور دیگر علماء نے بھی جلسہ سے خطاب کیا۔ حضرت پیر جی نے مجلس احرار اسلام اوکاڑہ کے عہدیداروں اور کارکنوں سے ملاقات میں انہیں ہدایات دیں۔ مقامی علماء سے ملاقات کی اور پھر لاہور و چکوال کے تبلیغی سفر پر روانہ ہو گئے۔

ابنِ امیرشریعت حضرت پیر جی سید عطاء المھیمن بخاری مدظلہ کے تبلیغی اسفار

مجلس احرار اسلام کے مرکزی رہنما، مدرسہ ختم نبوت ربوہ کے منتظم ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المھیمن بخاری مدظلہ ۲۲ جولائی کو اوکاڑہ تشریف لے گئے اور بعد نماز عشاء بخاری مسجد میں جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا۔ مجلس احرار اسلام کے مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا محمد اسحٰق سلیمی اور مرکزی ناظم

نشرو اشاعت جناب عبداللطیف خالد چیمہ آپ کے ہمراہ تھے۔

۲۴ جولائی کو جامع مسجد حنفیہ (امین آباد) چکوال میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ احرار کارکنوں اور مختلف شہری وفود سے ملاقاتیں کیں۔ اگلے روز آپ دوالمیال تشریف لے گئے۔ یہاں بعد نماز ظہر جامع مسجد لال شاہ میں ایک اجتماع سے خطاب فرمایا۔ جناب محمود الرسول سٹیج سیکریٹری تھے اور محترم سید سبط الحسن شاہ صاحب نے نعت پیش کی۔ مجلس احرار اسلام لاہور کے صدر جناب چودھری ظفر اقبال ایڈووکیٹ اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھے۔

۲۵ جولائی کو تلہ گنگ تشریف لے گئے اور مسجد سیدنا ابوبکر صدیق میں ایک اجتماع سے خطاب فرمایا۔ اگلے روز چکڑالہ ضلع میانوالی تشریف لے گئے اور وہاں احرار کارکنوں سے ملاقات کے علاوہ جماعت کے زیر تعمیر مرکز مسجد سیدنا علی المرتضیٰ بھی تشریف لے گئے اور مرکز کے تعمیری کام کا معائنہ کیا۔ قارئین اس سفر کی تفصیلی روداد آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں (ادارہ)

طعنہ اغیار

کرکٹ میچ دیکھنے جالندھر سے آنے والی خاتون کلدیپ فتح سنگھ نے نمائندہ "زندگی" کے سوال کے جواب میں کہا۔

"میں نے شدت سے جو بات محسوس کی وہ یہ کہ میری نظر اسلامی معاشرے کی اس عورت کو تلاش کرتی رہی جو اسلامی تاریخ کے صفحۂ قرطاس پر ایک اعلیٰ کردار، عزت و عصمت کی مورت اور پردے کی دلدادہ عورت تھی اور جس کی اسلام سے والہانہ محبت اور اسلامی قدروں سے گہری وابستگی تھی، وہ کہیں نظر نہ آئی۔ یہاں کی عورت فیشن پرستی میں یورپ کے شانہ بشانہ چل رہی ہے۔ ہم خود کو تو اس سے بری الذمہ قرار دیتے ہیں، کیونکہ ہندوؤں اور سکھوں کے یہاں پردے کا اتنا اہتمام شروع سے ہی نہیں لیکن مسلمانوں کے یہاں تو پردے کو شروع سے ہی خاص اہمیت رہی ہے۔

مجھے یہاں آکر ایسا لگا جیسے اکثر پاکستانی عورتوں نے پردے کے خلاف بغاوت کر دی ہے۔ میں آٹھ دس سال پہلے بھی آئی تھی لیکن اس وقت میں اور آج میں نمایاں فرق محسوس ہوا۔ اس وقت پاکستانی مسلمان عورت کو اس طرح کھلے بندوں پردے سے بے نیاز پھرتے نہیں دیکھا تھا۔ آج کی عورت کو دیکھ کر تو عقل حیران رہ گئی۔ اگر میری بات کا برا نہ مانیں تو مجھے یہ کہنے میں باک نہیں کہ پاکستانی عورت کا ایک طبقہ مغربی تہذیب کی پرورش میں گھرا ہوا ہے۔ ایک اسلامی ملک کی عورت کو ایسا نہیں چاہیے۔ مجھے تو کم از کم ایسی عورتوں کو بے باکانہ انداز میں پھرتے دیکھ کر شرم محسوس ہوئی"

ایک غیر مسلم خاتون جو کالج میں پروفیسر ہے، بحیثیت عورت شرم محسوس کرتی ہے لیکن وہ مسلمان جو اپنی تہذیب و شرافت اور اخلاق و ایمان سب کچھ اغیار کی نقالی میں کھو بیٹھے ہیں۔

شرم ان کو مگر نہیں آتی

(ہفت روزہ زندگی لاہور۔ ۳ تا ۹ نومبر ۱۹۷۸ء صفحہ ۴۲)

حافظ محمد علی شیخ (ملتان)

وہ میری ماں تھی!

میرے دادا شیخ عبدالرحمن مرحوم مجلس احرارِ اسلام کے بہادر کارکنوں میں سے تھے۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ سے انہیں بے پناہ عقیدت تھی۔ یہی محبت میرے والد شیخ فضل الرحمن، میرے چچا صاحبان اور خاندان کے دیگر افراد میں منتقل ہوئی۔ میں نے ہوش سنبھالا تو گھر میں امیر شریعت، ان کے بیٹوں، اور مجلس احرار اسلام کا اکثر تذکرہ سنا کہیں جلسہ ہوا تو میرے والد اور چچا صاحبان احرار کی علامت سرخ قمیص پہن کر جاتے۔ مجھے اور دیگر بھائیوں کو بھی ہمراہ لے جاتے۔ ہمارے گھر میں جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی اکثر تشریف لاتے۔ بلکہ ہمارے گھر کا سنگ بنیاد بھی انہوں نے رکھا۔ "دار معاویہ" کی تختی نصب فرمائی اور ہمارے نام بھی انہی نے رکھے۔ ہمارے محلہ عثمان آباد کالونی میں انہوں نے مسجد معاویہ تعمیر کرائی تھی اور اکثر یہیں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے۔ اسی طرح ابن امیر شریعت حضرت سید عطاء المحسن بخاری بھی ہمارے ہاں تشریف لاتے۔

اس ماحول کی وجہ سے مجھے ان بزرگوں سے قدرتی طور پر انس ہو گیا۔ حضرت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ نے دار بنی ہاشم میں مدرسہ معمورہ قائم کیا تو میرے والد اور خاندان کے دیگر حضرات سے اپنے بچوں کو مدرسہ میں داخل کرنے کو کہا۔ ہماری برادری کے بہت سے گھر اسی محلہ میں آباد ہیں اور وہ سب حضرت شاہ جی کے مداحوں میں سے ہیں۔ چنانچہ کئی گھروں کے بچے مدرسہ میں داخل ہو گئے۔

میں ۱۹۸۴ء میں مدرسہ معمورہ کے شعبہ حفظ قرآن کریم میں داخل ہوا۔ ۸۴ء سے ۹۴ء تک باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔ حفظ قرآن کریم مکمل کرنے کے بعد پرائمری اور میٹرک تک تعلیم اور پھر درس نظامی میں مشکوٰۃ شریف تک اسی مادر علمی میں تعلیم حاصل کی۔ درمیان میں دو تین برس تعلیم سے بغاوت کا دور بھی آیا مگر پھر اللہ تعالیٰ نے مدرسہ سے رجوع کی توفیق عطاء فرما دی۔ الحمدللہ

اس دس بارہ برس کے عرصہ میں میری پرورش، تربیت اور نشوونما میری روحانی والدہ نے کی جو ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ کی اہلیہ محترمہ تھیں۔ جن کی اپنی تو کوئی اولاد نہ تھی مگر انہوں نے میری اور مدرسہ معمورہ کے ہر طالب علم کی پرورش اور تربیت ایسے کی کہ گویا ہم انہی کی اولاد ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ ہم سب انہیں اپنی روحانی والدہ سمجھتے اور اکثر گھر میں ہم انہیں اماں جان، بی بی جی یا ماں جی کہتے تھے۔

گزشتہ بارہ برسوں میں میری حقیقی والدہ نے میری صرف خدمت اور پرورش کی۔ وہ ہم بھائیوں کو روزانہ صبح تیار کر کے مدرسہ بھیج دیتی تھیں۔ پھر صبح سے شام تک ہم مدرسہ میں رہتے جب ہم کچھ بڑے ہو گئے تو ۳، ۴ برس تک مستقل مدرسہ ہی میں رہائش اختیار کر لی۔ ہم صبح جب اپنے سبق وغیرہ سے فارغ ہوتے تو شاہ جی کے گھر چلے جاتے۔ کیونکہ گھر کے کام میں ماں جی کی مدد کرنی ہوتی تھی۔ ماں جی کے دائیں ہاتھ کی دو انگلیاں

کٹی ہوئی تھیں۔ (شوگر کے پھوڑے "گینگرین" کی وجہ سے) ان کو کام کاج کرنے میں دقت ہوتی تھی۔ اور اس وقت ماشاء اللہ مدرسہ کے مسافر طلباء کی تعداد کافی زیادہ تھی۔ ان کے کھانے پینے کا انتظام شاہ جی کے گھر اماں جان کی زیر نگرانی ہوتا تھا۔ ہم چند لڑکے بڑے تھے اس لئے ہم بقیہ بچوں کے کھانے کا انتظام کرتے اور اماں جان کرسی پر بیٹھ جاتیں اور ہمیں فرماتیں بیٹا پرات لاؤ اور میرے سامنے بیٹھ کر آٹا گوندھو۔ میں تمہیں آٹا گوندھنا سکھاؤں۔ کبھی ہم پانی زیادہ ڈال دیتے اور کبھی نمک تو اماں جان ہمیں ڈانٹتی نہیں تھیں بلکہ بڑے پیار سے بتاتیں کہ بیٹا ایسے نہیں ایسے کرو اور جب ہم آٹا گوندھ لیتے تو فرماتی آؤ بیٹا اب تمہیں آٹے کا پیڑا بنانا سکھاؤں۔ ایسے ہی ہمیں سالن بنانا سکھایا اور کپڑے دھونے بھی سکھائے اور جب سالن وغیرہ پک جاتا تو لڑکے کھانا کھانے کے لئے آتے۔ تو سب سے پہلے یہ فرماتیں، بیٹا دستر خوان بچھاؤ، پینے کے لئے پانی بھر کر لاؤ اور پھر خود کھانا تقسیم فرماتیں۔ کھانا تقسیم ہو جاتا تو خود ہمارے پاس آکر کھڑی ہو جاتیں اور فرماتیں کہ سالن، روٹی کوئی لڑکا چھوڑ کر نہ جائے اور یہ بھی پوچھتیں کہ کسی نے بسم اللہ پڑھے بغیر تو کھانا شروع نہیں کر دیا اور اگر کوئی لڑکا الٹے ہاتھ سے کھانا کھاتا تو اس کو خوب ڈانٹ پلاتیں۔ بعض اوقات ایک آدھ تھپڑ یا سوٹی رسید فرما دیتی تھیں۔

بی بی جی کو مجھ سے بہت زیادہ پیار تھا۔ صرف میں ہی نہیں مدرسہ کا ہر طالب علم یہی سمجھتا کہ اماں جی کو مجھ سے بہت زیادہ پیار ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اماں جی کی اپنی اولاد نہ تھی اور وہ سب بچوں کو یکساں پیار و محبت دیتی تھیں۔ لیکن اماں جی کو ہم آٹھ دس لڑکوں سے بہت زیادہ محبت تھی اور ہم اماں جی کے بہت چہیتے بیٹے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے کام کاج میں ہم ہی معاون ہوتے تھے۔ ہم گھر میں ہوتے تو اماں جی فرماتیں بیٹا فریج میں پھل اٹھا لو اور کھا لو اور کبھی فرماتیں کہ بیٹا فریج میں سے دودھ اٹھا لو اور اکثر یہی تاکید فرماتیں کہ کسی چیز کی ضرورت ہو یا کوئی چیز کھانی ہو مانگ لیا کرو۔ بغیر اجازت کے کبھی نہ اٹھانا یعنی چوری نہ کرنا۔ مدرسہ کا کوئی طالبعلم بیمار ہو جاتا تو اس کی خاص تواضع فرماتیں کھانے میں دودھ، بند اور ڈبل روٹی وغیرہ کھلاتی تھیں۔

بہادری کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ شاہ جی سفر پر گئے ہوئے تھے تو ہم اماں جی کے پاس گھر میں تھے۔ رات کو بجلی گئی ہوئی تھی، گھر کے عقبی حصے سے عجیب قسم کی آواز آنے لگی (کھٹکے کی) ہم سمجھے شاید کوئی چور آ گیا ہے۔ اماں جی نے مجھے کہا کہ دیکھو اس طرف کون ہے؟ میں نے کہا جی مجھے تو ڈر لگتا ہے۔ اماں جی نے ایک ڈنڈا اٹھایا اور بے دھڑک ہو کر خود دیکھنے کے لئے اُدھر تشریف لے گئیں۔ مگر وہاں کچھ نہ تھا۔ واپس آئیں تو مجھے مرد ہونے کے ناتے چند طنزیہ جملے بھی کہے۔ جو دراصل مجھے جرات دلانے کے لئے تھے۔

دین کے کسی کام میں ہم نے کبھی بھی بی بی جی کو تنگدلی یا بخل کرتے نہیں دیکھا۔ مدرسہ میں کوئی میٹنگ یا جلسہ وغیرہ ہوتا تو جماعت کے کارکن مدرسہ آتے۔ جماعت کے بستر چارپائیاں وغیرہ تھوڑی ہوتیں تھیں تو اماں جی گھر سے اپنے بستر، چارپائیاں اور کھانا پکوا کر بھیجتی تھیں اور جب اماں جی تندرست

تھیں تو میٹنگ اور جلسے پر آنے والے کارکنوں کے لئے آپ اکیلی کھانا وغیرہ بنا کر بھیجتی تھیں۔

ایک مرتبہ میں اور میرا دوست حافظ محمد اکمل (جو اب دورہ حدیث مکمل کر کے مدرسہ معمورہ میں ہی خدمات سرانجام دے رہا ہے) بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارا دل چاہا کہ ہم پھل کھائیں تو ہم نے اماں جی کو پیغام بھیجا کہ آپ کے دو بیٹے باہر بیٹھے ہیں اور پھل کھانا چاہتے ہیں تو اماں جی نے کہا کہ فریج میں تو کچھ نہیں پڑا۔ ہم نے کہا آپ ہمیں پیسے بھیج دیں ہم بازار سے منگوا کر کھالیتے ہیں تو اماں جان نے ہمیں سو روپے دے دیئے اور ہم نے خوب مزے سے پھل کھائے۔ کبھی ہم عرض کرتے کہ اماں جی، کوئی خدمت ہو تو حکم فرمائیں؟ جواب میں صرف اتنا فرماتیں کہ بیٹا تم میرے لئے دعا کیا کرو۔ وہ ایک نیک دل، نیک سیرت اور باکردار خاتون تھیں۔ وہ صرف میری ہی ماں نہیں بلکہ ہر اس بچے کی ماں تھی جو مدرسہ معمورہ میں دین سیکھنے آتا۔ آج میں سوچتا ہوں کہ انہوں نے کتنے خلوص سے ہماری تربیت کی اور کتنے سچے جذبے سے دین کی خدمت کی۔ یہ ان پر اللہ کا خاص فضل تھا۔ وہ گھر میں رہ کر مدرسہ کے معاملات اور حالات پر بھی گہری نظر رکھتی تھیں۔ باہر کے تمام معاملات سے باخبر رہتی تھیں۔ آج مدرسہ بھی ہے، طالب علم بھی ہیں مگر ماں جی نہیں.......!

فکر سارے مدرسے کا اور فقط اک جان تھی
تیرے دم سے میری اماں! سارے گھر کی شان تھی

ماں جی، تقریباً ۱۴ برس بیمار رہیں۔ گزشتہ پانچ برس سے مفلوج ہو کر بستر پر تھیں اور چلنے پھرنے سے معذور ہو گئی تھیں۔ انہوں نے بڑی ہمت سے طویل بیماری کا مقابلہ کیا۔ ۱۶ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۱، جولائی ۱۹۹۸ء بروز ہفتہ صبح نو بج کر بیس منٹ پر وہ انتقال کر گئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی عمر تقریباً ۶۱ برس تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو منور فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے، ان کی مغفرت فرمائے اور اپنی خاص رحمت سے انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ وارفع مقام عطا فرمائے۔ (آمین)

الٰہی قبول فرما میری حقیر زباں کو
بخش دے تو اپنی رحمت سے میری ماں کو

قلمی معاونین سے درخواست

نقیب ختم نبوت کے قلمی معاونین سے درخواست ہے کہ وہ اپنی نگارشات پانچ فل سکیپ صفحات میں ارسال فرمائیں۔ رسالہ میں طویل مضامین کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اس سے ہمارے لیے مشکلات پیدا ہوتی ہیں اور دیگر مضامین کی اشاعت متاثر ہوتی ہے.......شکریہ (مدیر)

ساغر اقبالی

زبان میری ہے بات ان کی

- آٹے کا تھیلا تین روپے تک مہنگا کرنے کا اعلان (ایک خبر)

مرے کو مارے شاہ مدار

- دھما کوں کا نواز شریف نے شہباز کو بھی نہیں بتایا تھا۔ افتخار کون ہے؟ (ملک ظہور)

پاگلاں دی نانی!

- پولیس حراست میں نوجوان کی ہلاکت۔ ایک تھانیدار گرفتار۔ دو فرار (ایک خبر)

ملک میں پولیس ملازمین کا قتل شاید اسی کا ردعمل ہے۔

- ڈی ایس پی کے جسم پر ۱۰۰ گولیاں لگیں (ایک خبر)

عام شہری کیسے محفوظ رہ سکتا ہے۔

- عثمان فاروقی ملازمت سے فارغ۔ (ایک خبر)

اب لوٹنے کے لئے باقی رہ ہی کیا گیا تھا۔

- میرا قصور صرف اتنا ہے کہ بے نظیر کا شوہر ہوں۔ (آصف زرداری)

باقی سب بے نظیر کا قصور ہے!

- کراچی بارود کا ڈھیر ہے۔ جون میں ۱۷۱ قتل ہوئے (ڈی آئی جی)

آواز دو انصاف کو، انصاف کہاں ہے؟

- حکومت کی بنیاد جھوٹ پر ہے۔ (قاضی حسین احمد)

قاضی صاحب! جمہوریت کی بنیاد بھی جھوٹ پر ہے۔ اس کا پیچھا چھوڑ دیں۔

- میرے پاس رشوت کا کوئی پیسہ نہیں (بینظیر)

واہ! مائی رابعہ بصری!

- جنت اماں جی کے قدموں تلے ہے۔ (بے نظیر)

تبھی تو اماں جی کو یرغمال بنا رکھا ہے۔

- زمیندار کے بیٹوں نے کاشتکار کی بیوی پر کتے چھوڑ دیئے۔ عورت چیختی رہی ملزم قہقہے لگاتے رہے۔ (ایک خبر)

ثنا خوانِ تقلید مغرب کہاں ہیں؟۔

○ طالبان کی پولیس نے سترہ ڈرائیوروں کو گانا سننے کے الزام میں تین دن کے لئے جیل بھیج دیا۔ (ایک خبر)
کبھی یہ دن پاکستان میں بھی آئیں گے؟

○ عوام کے لئے فکر مند ہوں۔ (بے نظیر)
عوام کو چھوڑیں اپنی فکر کریں۔

○ نواز شریف خود چیتے کا بچہ جنگل میں چھوڑیں گے تاکہ وہ اپنی ماں سے مل سکے۔ (ایک خبر)
کراچی میں کئی ماؤں کے بچے روزانہ مر رہے ہیں وہ چیتے کے بچے سے زیادہ قیمتی ہیں۔

○ دو بیویوں نے جھگڑالو شوہر کو ذبح کر دیا۔ (ایک خبر)
دو بیویوں والے حضرات جھگڑے سے پرہیز کریں۔

○ اے ڈی سی جی مظفر گڑھ قتل کا ملزم چھڑانے کے لئے جج کے گھر پہنچ گئے۔ (ایک خبر)
ہاں جی! حکومت ہی اپنی ہے۔

○ اللہ کو واحد قوت مان لیں تو جھوٹے خداؤں سے نجات مل سکتی ہے۔ (نواز شریف)
اللہ کا نظام نافذ نہ کریں۔

○ سندھ پولیس کے ٣٦٠ پنجاب کے ٢١٩٨ اہل کاروں کے دہشت گردوں سے رابطے ہیں۔ (ظفر الحق)
اور بقایا زنا شراب ڈاکہ چوری اور قتل اغوا کی سرپرستی کرتے ہیں۔

○ احسانات چکانے کے لئے زرداری نے مجھے منشیات سمگل کرنے کی کھلی چھٹی دی۔ (نورا ٹیڈمی)
فتو دے یار کوئی موچی کوئی کمہار

○ حکومت احتساب کا عمل علماء کے سپرد کر دے۔ (بینظیر)
- اور طاہر القادری کو اس کا سربراہ بنا دیں۔

○ پرائمری سے ایم اے تک ٹیوشن فیس میں ٢۴ فیصد اضافے کی حتمی منظوری (ایک خبر)
تعلیم مفت مہیا کرنے کا شاہی منصوبہ!

○ پولیس کا ویگن ڈرائیور اور کنڈیکٹر پر تشدد۔ مونچھیں نوچ ڈالیں۔ (ایک خبر)
پولیس ظلم بند کر دے ورنہ مظلوموں سے نہ بچ سکے گی۔

○ مری بیوری کو شراب برآمد کرنے کی اجازت مل گئی۔ ٥٠ ہزار کارٹن برطانیہ جائیں گے (ایک خبر)
قرآن مجید میں شراب کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ کیا حکومت مسلمانوں کی ہے!

حسنِ انتقاد

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

کتاب: ناپاک سازش
مرتب: سیف الاعظم خان
ملنے کا پتہ:
مکتبہ تعمیرِ انسانیت اردو بازار لاہور

تحریک پاکستان(۱۹۴۰ء تا ۱۹۴۷ء) کے دوران مسلم لیگی زعماء نے پاکستان اور اسلام کو لازم و ملزوم گردانتے ہوئے پاکستان کا مطلب کیا؟ لاالٰہ الا اللہ۔ کا نعرہ اتنی شدومد سے لگایا کہ برصغیر کے مسلمان بلاچون وچراں لبیک کہہ اٹھے۔ اور مملکت اسلامیہ کے خواب کو حقیقت بنانے کے لئے قربانی و ایثار کے ہر مرحلے سے گزر گئے۔ لیکن قیام ملک کے بعد ان کے خواب اپنے ہی مسلمان حکمرانوں کے ہاتھوں ایک ایک کر کے چکنا چُور ہوتے گئے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ کار پردازانِ حکوت اپنے وعدوں کی لاج رکھتے ہوئے شریعت کی پاسداری کرتے۔ مگر الٹا عوام الناس کو دین اسلام کے تحفظ کے لئے بار بار مطالبے کرنے پڑے۔ جس کی بڑی مثال تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء ہے۔ جو توہین رسالت کے سدباب اور منکرینِ ختم نبوت کو آئینی نکیل ڈالنے کے لئے مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے چلائی گئی تھی۔ اگر اربابِ اختیار قائدین احرار کی اپیل پر کان دھرتے اور بروقت قادیانی امت کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیتے تو آج کسی شاتم رسول ﷺ کو دریدہ دہنی کی جرأت نہ ہوتی۔

قادیانی ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی کے متفقہ فیصلے کے ذریعے اقلیت قرار پائے تو انہوں نے درونِ خانہ عیسائیوں کے ذریعے توہینِ رسالت کے مذموم منصوبے کو پروان چڑھانا شروع کیا۔ جس پر شدید عوامی ردعمل ہوا اور آخر کار سابق صدر جنرل محمد ضیاء الحق شہیدؒ نے ایک آرڈیننس کے ذریعے قانون توہین رسالت کا نفاذ کر دیا۔ جس کی بعد ازاں آئین کی دفعہ ۲۹۵ سی کی حیثیت سے پارلیمنٹ نے منظوری دے دی۔ اور ۱۹۹۱ء میں شرعی عدالت کے فیصلے کے مطابق توھین رسالت کے مجرم کی سزا موت قرار پائی۔ یہ پارلیمنٹ کا متفقہ فیصلہ تھا۔ لیکن قائد حزب اختلاف کی حیثیت سے ۱۰، اگست ۱۹۹۲ء کو پیپلز پارٹی کی قائد حزب اختلاف نے اس فیصلے کو "ملک کو بنیاد پرستوں کی ریاست بنانے کی سازش اور قائد اعظم کے نظریات کے خلاف قرار دیا" اور اقتدار میں آنے کے فوراً بعد بے نظیر نے توہینِ رسالت کا ارتکاب کرنے والے مجرم کی سزا، سزائے موت کی بجائے محض ۱۰، برس قید میں تبدیل کرنے کے لئے آئین میں ترمیم کا فیصلہ کیا اور پیپلز پارٹی کے قائدین کے بیانات جب ذرائع ابلاغ کے ذریعے سامنے آئے تو ملک بھر کے عوام سراپا احتجاج بن گئے تمام دینی مکاتب فکر ایک آواز ہو گئے۔ ملک بھر میں شدید احتجاج ہوا، جلسے،

بلوس، گھیراؤ اور جلاؤ۔ اور بیسیوں افراد تحفظ ناموس رسالت کی خاطر جانیں نثار کر گئے۔

زیر نظر کتاب اس دور کی تاریخی جدوجہد اور معرکہ آرائیوں کی داستان اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ کتاب بارہ ابواب پر مشتمل ہے۔ ان ابواب میں حکومتی اور عوامی ردِ عمل، غیر ملکی مداخلت اور مخالف و موافق نقطہ ہائے نظر کو بطور خاص جگہ دی گئی ہے۔ نوجوان صحافی جناب سیف الاعظم خان نے انتہائی غیر جانبداری سے کام لیتے ہوئے بڑی عرق ریزی سے اخبارات و جرائد سے مواد اکٹھا کیا اور اسے صفحۂ قرطاس پر منتقل کر دیا۔ فاضل مرتب کی محنت و سعی قابل داد ہے۔ اور امید کی جا سکتی ہے کہ ان کے قلم سے دین و وطن کے تحفظ و پاسبانی کے لئے آئندہ بھی ایسے جواہر ریزے دیکھنے کو ملتے رہیں گے۔

یاد رہے کہ اگرچہ یہ کتاب پیپلز پارٹی کے دورِ حکومت میں لکھی گئی۔ جب نواز شریف نے اپوزیشن لیڈر کی حیثیت سے ۵ جولائی ۱۹۹۴ء کو اپنے بیان میں کہا تھا کہ "حکومت توہین رسالت کے انسداد کے قانون پر شمع رسالت کے پروانوں کا پورا پورا احترام کرے۔ اور ان کے جذبات سے کسی صورت بھی نہ کھیلے کہ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جو حکومت عوام کے جذبات کا احترام نہیں کرتی وہ ان کے جذبات کے خس و خاشاک کے سیلاب میں بہہ جاتی ہے"

لیکن اب خود میاں نواز شریف کے اپنے دور میں توہین رسالت کے مجرموں سے ان کی چشم پوشی انتہائی شرمناک ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ دین دشمنی میں بے نظیر اور نواز شریف میں سرِ مُو فرق نہیں ہے۔

بہرطور کتاب ہر لحاظ سے خوبصورت، دیدہ زیب اور کتابت و طباعت کی تمام خوبیوں سے مرصع ہے۔ اور ۵۴۴ صفحات پر مشتمل اس کتاب کی قیمت ۲۵۰ روپے ہر لحاظ سے مناسب ہے

(تبصرہ: محمد عمر فاروق)

"روح عالم" (غیر منقوط نعت نبی)

نعت گوئی کے باب میں، ایک نعت گو بزرگ کا یہ فرمان گویا حرف آخر ہے کہ

کیا فکر کی جولانی، کیا عرضِ ہنرمندی — توصیف پیمبر ہے، توفیقِ خداوندی

شبلی نعمانی (علیہ الرحمۃ) نے یہی بات اپنے خاص پاکیزہ اسلوب میں یوں کہی تھی کہ

فرشتوں میں یہ چرچا ہے کہ حالِ سرورِ عالم — دبیرِ چرخ لکھتا یا کہ خود روح الامیں لکھتے
صدا یہ بارگاہِ عالمِ قدوس سے آئی — کہ یہ ہے اور ہی کچھ چیز، لکھتے تو ہمیں لکھتے
مگر شبلی کو یہ اعزاز ہم نے دے دیا آخر — ہمارے در سے شبلی عشقِ آقا لیتے جاتے ہیں
اوراب میں لکھ رہا ہوں صفحہ صفحہ سیرت اقدس — فرشتے میرے ہاتھوں سے مثنیٰ لیتے جاتے ہیں

یہ اعزاز، یہ توفیق...... حال ہی میں یوسف طاہر قریشی کے حصّہ میں بھی آئی ہے جنہوں نے غیر منقوط نعتوں کا وہ مجموعہ تصنیف کیا ہے جس میں فکر کی جولانی بھی ہے اور عرض ہنر مندی بھی! اسی (۸۰) نعتوں پر مشتمل، ایک سو چوراسی (۱۸۴) صفحات کے اس مجموعے کو دیکھ کر، مولانا محمد ولی رازی کی کتاب سیرت "ہادیٔ عالم" (صلی اللہ علیٰ رسولہ وسلم) کا خیال ضرور آتا ہے جو ۱۹۸۳ء میں شائع ہوئی اور غیر منقوط نثر کا شہ پارہ مانی گئی۔ یوسف طاہر قریشی کی کتاب نعت "روحِ عالم" ۱۹۹۷ء میں شائع ہوئی ہے، اور اس کے بارے میں "ہادیٔ عالم" کے فاضل مؤلف کا تبصرہ یہ ہے کہ "پورے مجموعے کو پڑھ کر دیانت دارانہ رائے یہ ہے کہ طاہر قریشی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے حسنِ ذوق، حسنِ اسلوب اور حسنِ ادائیگی سے خوب نوازا ہے۔ یہ مجموعہ ایک طرف، ان کے حبِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی علامت ہے اور دوسری طرف ان کی قدرت کلام کی دلیل"!

کتاب کی قیمت: ایک سو پچاس (۱۵۰) روپے ہے اور یہ مصنف کو خط لکھ کر طلب کی جاسکتی ہے۔

پتہ یہ ہے...... "محلہ عثمان آباد نزد جامع مسجد فاروقیہ چنیوٹ (ضلع جھنگ) تبصرہ نگار: ذ۔ بخاری

مرسلہ: قاسم محی الدین بنگیال (ملتان)

کتاب زندگی

کتاب زندگی کے ورق برابر الٹ رہے ہیں۔ ہر آنے والی صبح ایک نیا ورق الٹ دیتی ہے۔ یہ الٹے ہوئے ورق برابر بڑھ رہے ہیں اور باقی ماندہ ورق برابر کم ہو رہے ہیں۔ اور ایک دن وہ ہوگا جب آپ اپنی زندگی کا آخری ورق الٹ رہے ہونگے۔ جونہی آپ کی آنکھیں بند ہوں گی یہ کتاب بھی بند ہو جائے گی اور آپ کی یہ تصنیف محفوظ کر دی جائے گی۔

کبھی آپ نے غور کیا، اس کتاب زندگی میں آپ کیا درج کر رہے ہیں؟ روزانہ کیا کچھ اس میں لکھ کر آپ اس کا ورق الٹ دیتے ہیں۔ آپ کو شعور ہو یا نہ ہو، آپ کی یہ تصنیف تیار ہو رہی ہے اور آپ اس کی ترتیب و تکمیل میں اپنی ساری قوتوں کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ اس میں آپ وہ سب کچھ لکھ رہے ہیں جو آپ سوچتے ہیں، دیکھتے ہیں، سنتے ہیں چاہتے ہیں، کرتے ہیں اور کراتے ہیں۔ اس میں صرف وہی کچھ نوٹ ہو رہا ہے، جو آپ نوٹ کر رہے ہیں۔ کسی دوسرے کو ہرگز اختیار نہیں۔ جو ایک شوشہ بھی اس میں بڑھا یا گھٹا سکے۔ اس کتاب کے مصنف تنہا آپ ہیں اور صرف آپ ہی اپنی کوشش اور کاوش سے اسے ترتیب دے رہے ہیں۔

ذرا آنکھیں بند کیجئے اور سوچئے کل یہی کتاب آپ کے ہاتھ میں ہوگی، شہنشاہ واحد و قہار آپ سے کہے گا

اقرأ كتابَكَ كَفىٰ بنفسكَ اليومَ عليكَ حَسيباً (سورہ بنی اسرائیل۔ ۱۴)

ترجمہ: پڑھ اپنی کتاب زندگی، آج اپنے نامہ عمل کا جائزہ لینے کے لئے تو خود ہی کافی ہے۔

ردِ مرزائیت میں چار اہم نئی کتابیں

شہرِ سدوم

صفحات: ۱۷۶، قیمت: =/۱۰۰ روپے

* مرزا غلام احمد سے لے کر مرزا طاہر تک قادیانیوں کے جنسی سکینڈلز * مرزا محمود...... "مس روفو" اور "اطالوی حسینہ" * قادیانیوں کا راجہ اندر، دریا کے کنارے * مقدسینِ قادیان کی سیہ کاریاں و خفیہ عیاشیاں * بدمعاشی سے مفاہمت * زکوٰۃ کا "حسنِ استعمال" * مخدراتِ میدانِ معصیت میں * عروسہ گیسٹ ہاؤس * قادیانی مذہب کی حقیقت، چشم کشا، ہوشربا، سنسنی خیز، اندرونی کہانی خود قادیانیوں کی زبانی * ایک ناقابلِ تردید تاریخی دستاویز، سے بہت سے اضافوں کے ساتھ نیا ایڈیشن، شفیق مرزا کے تیکھے اور حقیقت رقم قلم

کذباتِ مرزا

تالیف: مولانا عبدالواحد مرحوم، صفحات: ۳۸۰ قیمت: =/۲۰۰ روپے

مرزا غلام احمد قادیانی کے ایک سو جھوٹ، متعدد جھوٹی پیش گوئیاں اور بدکرداریاں قادیانیوں کی کتب سے جمع کی گئی ہیں۔ علاوہ ازیں قادیانیوں کے مختلف سوالات کے مدلل جوابات بھی دیئے گئے ہیں۔

ختمِ نبوت اور عقیدۂ اقبال

تالیف: عبدالمجید خان ساجد، صفحات: ۲۴۰، قیمت: =/۱۸۰ روپے،

*عقیدۂ ختمِ نبوت پر علامہ اقبال کی ایمان افروز تحریریں * فتنۂ قادیانیت کے خلاف علامہ اقبال کی للکار * اقبال قادیانیوں کے تعاقب میں * اقبال کے خلاف مرزائیوں کے جھوٹے الزامات کا مدلل و مسکت جواب * مکمل تحقیق، تہلکہ خیز کتاب

اسلام اور مرزائیت

تالیف: مولانا عتیق الرحمٰن آروی رحمہ اللہ (دیوبند)

صفحات: ۵۶، قیمت: ۲۰ روپے

*ایک اہم کتاب جو عرصہ سے نایاب تھی *اسلام اور مرزائیت کا تقابلی مطالعہ، باحوالہ اور مدلل

ماہنامہ الفرقان، لکھنؤ کا خاص نمبر

بیاد

مفکرِ اسلام حضرت مولانا **محمد منظور نعمانی** علیہ الرحمہ

مرتبہ: مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی

*تاریخ ساز شخصیت کی جیتی جاگتی تصویر *ایک صدی کی سراپا جہد و عمل زندگی کی دستاویز *ہم عصروں اور ارادت مندوں کا خراجِ تحسین *خوبصورت یادیں، ایمان افروز باتیں، *فکرِ نعمانی کی جھلکیاں، حضرت نعمانی کے رشحاتِ قلم *چار رنگا دیدہ زیب ٹائٹل * سفید کاغذ * اعلیٰ طباعت *۶۷۲ صفحات *قیمت =/۲۲۵ روپے۔ مع محصول ڈاک = منی آرڈر بھیج کر طلب فرمائیں

دیگر کتب

*قادیان سے اسرائیل تک (ابومدثرہ) =/60 روپے

*مسئلہ ختمِ نبوت علم و عقل کی روشنی میں (مولانا محمد اسحٰق سندیلوی =/25 روپے

*دعوتِ حق ......قادیانیوں کو دعوتِ اسلام (علامہ محمد عبداللہ) =/25 روپے *اسلام اور مرزائیت...... تقابلی مطالعہ (علامہ محمد عبداللہ) =/15 روپے * تضاداتِ مرزا قادیانی (مولانا مشتاق احمد) =/35 روپے * مرزا قادیانی کے پچاس جھوٹ (ابوعبیدہ نظام الدین) =/10 روپے *قادیانیت شکن (محمد طاہر رزاق) =/75 روپے *تائیدِ آسمانی در ردِّ نشانِ آسمانی (مولانا محمد جعفر تھانیسری) =/10 روپے *قادیانی، اسلام کے غدار (انگریزی) (علامہ اقبال) =/10 روپے

بخاری اکیڈمی: دارِ بنی ہاشم. مہربان کالونی ملتان. 60000

فون: 061.511961

وفاق المدارس الاحرار پاکستان کے تحت قائم دینی ادارے

مجلس احرار اسلام، دینی انقلاب کی داعی جماعت ہے۔ یہ انقلاب دینی مزاج اور دینی ماحول پیدا کئے بغیر ممکن نہیں۔ موجودہ کافرانہ نظام ریاست، جمہوریت اور کافرانہ تہذیب وثقافت کے خلاف نئی نسل کی ذہن سازی اور تربیت کے لیے مدارس میں ایسا ماحول پیدا کیا جانا ازحد ضروری ہے جو دینی انقلاب کی منزل قریب تر کر دے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے مجلس احرار اسلام کے شعبہ تبلیغ کے زیر اہتمام وفاق المدارس الاحرار پاکستان کے تحت درج ذیل 22 مدارس تعلیم وتدریس میں مصروف ہیں۔

- مدرسہ ختم نبوت مسجد احرار ربوہ جھنگ فون: ۲۱۱۵۲۳(۰۴۵۲۴)
- بخاری پبلک سکول، ربوہ ضلع جھنگ
- مدرسہ معمورہ جامع مسجد ختم نبوت دار بنی ہاشم، ملتان فون: ۵۱۱۹۶۱(۰۶۱)
- مدرسہ معمورہ مسجد نور تغلق روڈ، ملتان
- مدرسہ محمودیہ مسجد المعمورہ گڑیاں، ضلع گجرات
- مدرسہ معمورہ تعلیم القرآن چک نمبر ۱۵۸ الف۔ 10-R جہانیاں ضلع خانیوال
- دار العلوم ختم نبوت جامع مسجد چیچہ وطنی فون: ۶۱۱۶۵۷(۰۴۴۵)
- دار العلوم ختم نبوت (جدید مرکز احرار) مرکزی مسجد عثمانیہ، ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی، فون: ۶۱۰۹۵۵(۰۴۴۵)
- مدرسہ ختم نبوت مسجد ختم نبوت شہزاد کالونی صادق آباد
- مدرسہ معمورہ، ضلع چھینا، میلسی ضلع وہاڑی
- مدرسہ ختم نبوت مسجد ختم نبوت نواں چوک، گڑھا موڑ ضلع وہاڑی
- مدرسہ عربیہ صدیقیہ بھل ضلع بھکر
- مدرسۃ العلوم الاسلامیہ جامع مسجد گڑھا موڑ (وہاڑی) فون: ۶۹۰۰۱۳(۰۶۹۳)
- مدرسہ ابوبکر صدیق جامع مسجد ابوبکر صدیق تدگنگ (چکوال)
- بخاری مسجد۔ (زیر تعمیر) سرگودھا روڈ، چنیوٹ ضلع جھنگ
- بستان عائشہ (برائے طالبات) دار بنی ہاشم، ملتان فون: ۵۱۱۳۵۶(۰۶۱)
- مدرسۃ البنات (برائے طالبات) گڑھا موڑ ضلع وہاڑی
- مدرسہ معاویہ جھنگ روڈ، ٹوبہ ٹیک سنگھ
- مدرسہ ختم نبوت چشتیاں ضلع بہاولنگر
- مدرسہ احرار اسلام مسجد سیدنا علی المرتضیٰ، پکڑالہ، ضلع میانوالی
- مدرسہ احرار اسلام، چاہ چڑھتوئے والا، کلروالی، ضلع مظفر گڑھ
- مدرسہ معمورہ مسجد معاویہ بستی مہرپور ضلع مظفر گڑھ

12۔ ادارے اپنے اخراجات خود برداشت کرتے ہیں جبکہ 10۔ اداروں کا کفیل وفاق ہے۔ جن میں بامشاہرہ تعلیم وتدریس اور دیگر امور سرانجام دینے والے افراد کی کل تعداد ۳۰ ہے۔ ان کے اخراجات کا سالانہ تخمینہ ۱۵ لاکھ روپے ہے۔ مستقبل کے تعلیمی، تنظیمی، اور تعمیری منصوبوں کی تکمیل پر تقریباً 30 لاکھ روپے خرچ ہوں گے۔ تعاون آپ کریں، دعا اور کام ہم کریں گے، اجر اللہ پاک دیں گے۔

ترسیل زر کے لئے: بذریعہ منی آرڈر، بنام: سید عطاء المحسن بخاری مدیر وفاق المدارس الاحرار پاکستان دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان۔ بذریعہ بینک ڈرافٹ یا چیک اکاؤنٹ نمبر ۲۹۹۳۲، حبیب بینک، حسین آگاہی ملتان۔

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

امیر شریعت نمبر

بیاد امیر شریعت خطیب الامت، بطلِ حریت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ

* اردو زبان کے سب سے بڑے خطیب کے سوانح و افکار * ایک تاریخ، ایک دستاویز، ایک داستان * خاندانی حالات، سیرت کے مجلا اوراق * خطابتی معرکے، سیاسی تذکرے * بزم سے لیکر رزم اور منبر و محراب سے لے کر دارورسن تک * نصف صدی کے ہنگاموں، جہادی معرکوں، تہذیبی محاربوں، مذہبی سازشوں، سیاسی مجادلوں اور علمی محاذ آرائیوں کی فضا میں ایک آواز ہدایت * جو بصیرت، حریت اور بغاوت کا سرچشمہ تھی *

خوبصورت سہ رنگا سرورق، مجلد، اعلیٰ طباعت

۵۷۶ صفحات: قیمت ۳۰۰ روپے

مستقل سالانہ خریداروں کے لئے خاص رعایت صرف ۲۰۰ روپے پیشگی منی آرڈر بھیج کر طلب فرمائیں۔

جانشین امیر شریعت نمبر

بیاد جانشین امیر شریعت قائد احرار سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ

* سوانح و افکار * فصاحت و خطابت، عزم و ہمت * اور جرأت و شجاعت کی تاریخ * علمی، ادبی، صحافتی اور دینی و تحریکی خدمات * تاریخ احرار کا ایک روشن باب * فکر احرار کا امین و وارث * عظمت صحابہ کا نقیب و محافظ * ایک مفکر، مبلغ، خطیب اور ادیب کی داستانِ حیات

۳۰۰ صفحات: قیمت ۵۰ روپے پیشگی منی آرڈر بھیج کر رجسٹرڈ ڈاک سے حاصل کریں۔

ماہنامہ نقیبِ ختم نبوت: دارِ بنی ھاشم، مہربان کالونی ملتان

پوسٹ کوڈ60000 فون: 061.511961